فون نمبر: 5863260 5862956

مدیر: چوہدری ریاض احمد

Email: centralanjuman@yahoo.com

رجسٹرڈ ایل نمبر:8532

قیمت فی پرچہ-/10 روپے

جلد نمبر 97 | 23 شوال تا 22 ذوالقعدۃ 1431 ہجری - یکم تا 31 اکتوبر 2010ء | شمارہ نمبر 20-19

احمدیہ انجمن لاہور کی خصوصیات

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

انسان ایمانی قوت سے ان تکالیف پر جو دین حق کی تلاش میں پیش آتی ہیں غالب آ سکتا ہے

ہر ایک قدم جو صدق اور تلاش حق کے لئے اٹھایا جاوے۔ اس کے لئے بہت بڑا ثواب اور اجر ملتا ہے مگر عالم ثواب مخفی عالم ہے جس کو دنیا دار کی آنکھ دیکھ نہیں سکتی۔ بات یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ باوجود آشکار ہونے کے مخفی اور نہاں در نہاں ہے اور اس لئے الغیب بھی اس کا نام ہے۔ اسی طرح پر ایمان بالغیب بھی ایک چیز ہے جو گو مخفی ہوتا ہے مگر عامل کی عملی حالت سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس زمانہ میں ایمان بالغیب بہت کمزور حالت میں ہے۔ اگر خدا پر ایمان ہو تو پھر کیا وجہ ہے کہ لوگوں میں وہ صدق وحق کی تلاش اور پیاس نہیں پائی جاتی جو ایمان کا خاصہ ہے۔

خدا کی راہ میں سختی برداشت کرنا مصائب اور مشکلات کے جھیلنے کے لے ہمہ تن طیار ہو جانا ایمانی تحریک سے ہی ہوتا ہے۔ ایمان ایک قوت ہے جو سچی شجاعت اور ہمت انسان کو عطا کرتا ہے۔ اس کا نمونہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی میں نظر آتا ہے جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئے تو وہ کونسی بات تھی جو ان کو امید دلاتی کہ اس طرح پر ایک بیکس ناتوان انسان کے ساتھ ہو جانے سے ہم کو کوئی ثواب ملے گا۔ ظاہری آنکھ تو اس کے سوا کچھ نہ دکھاتی تھی کہ اس ایک کے ساتھ ہونے سے ساری قوموں کو اپنا دشمن بنالیا ہے۔ جس کا نتیجہ صریح یہ معلوم ہوتا تھا کہ مصائب اور مشکلات کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑے گا۔ اور وہ چکنا چور کر ڈالے گا۔ اسی طرح پر ہم ضائع ہو جائیں گے مگر کوئی اور آنکھ بھی تھی جس نے ان مصائب اور مشکلات کو ہیچ سمجھا تھا اور اس راہ میں مرجانا ان کی نگاہ میں ایک راحت اور سرور کا موجب تھا۔ انہوں نے وہ کچھ دیکھا تھا۔ جو ان ظاہر بین آنکھوں کے نظارہ سے نہاں در نہاں اور بہت ہی دور تھا وہ ایمانی آنکھ تھی اور ایمانی قوت تھی جو ان ساری تکلیفوں اور دکھوں کو بالکل ہیچ دکھاتی تھی۔ آخر وہ ایمان ہی غالب آیا اور ایمان نے وہ کرشمہ دکھایا کہ جس پر ہنستے تھے اور جس کو ناتوان اور بیکس کہتے تھے۔ اس نے اس ایمان کے ذریعہ کو کہاں پہنچا دیا۔ وہ ثواب اور اجر جو پہلی مخفی تھا پھر ایسا آشکار ہوا کہ اس کو دنیا نے دیکھا اور محسوس کیا۔ کہ ہاں یہ اسی کا ثمرہ ہے۔ ایمان کی بدولت وہ جماعت صحابہ کی نہ تھکی نہ ماندہ ہوئی۔ بلکہ قوت ایمانی کی تحریک سے بڑے بڑے عظیم الشان کام کر دکھائے۔ اور پھر بھی کہا تو یہی کہا کہ جو حق کرنے کا تھا نہیں کیا ایمان نے ان کو وہ قوت عطا کی کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں سر کا دینا اور جانوں کا قربان کر دینا ایک ادنیٰ سی بات تھی۔ اور اہل اسلام میں جبکہ ابھی کوئی بین نتائج نظر نہ آتے تھے دیکھو کس قدر مسلمانوں نے دشمنوں کے ہاتھوں سے کیسی کیسی تکلیفیں اور مصیبتیں محض لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے کے بدلے برداشت کیں۔ (سلسلہ تصنیفات احمدیہ صفحہ 173-174)

”ہم بصیرتِ تام سے رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبین یقین کرتے ہیں“

حضرت بانئی سلسلہ احمدیہ کا نہایت واضح اور اہم بیان

”ہمیں اللہ تعالیٰ نے وہ نبیؐ دیا، جو خاتم المومنینؐ، خاتم العارفینؐ اور خاتم النبیینؐ ہے۔ اور اسی طرح پر وہ کتاب اس پر نازل کی جو جامع الکتب اور خاتم الکتب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو خاتم النبیین ہیں اور آپؐ پر نبوت ختم ہوگئی، تو یہ نبوت اس طرح پر ختم نہیں ہوئی جیسے کوئی گھونٹ کر ختم کر دے، ایسا قابلِ فخر نہیں ہوتا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے سے یہ مراد ہے کہ طبعی طور پر آپؐ پر کمالات نبوت ختم ہوگئے۔ یعنی وہ تمام کمالات متفرقہ جو آدمؑ سے لے کر مسیحؑ ابن مریم تک نبیوں کو دیئے گئے تھے۔ کسی کو کوئی اور کسی کو کوئی۔ وہ سب کے سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع کر دیئے گئے اور اس طرح پر طبعاً آپؐ خاتم النبیین ٹھہرے۔ اور ایسا ہی وہ جمیع تعلیمات، وصایا اور معارف جو مختلف کتابوں میں چلے آتے ہیں، وہ قرآن شریف پر آکر ختم ہوگئے اور قرآن شریف خاتم الکتب ٹھہرا“۔

”اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبین نہیں مانتے، یہ ہم پر افترائے عظیم ہے۔ ہم جس قوتِ یقین، معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں، اس کا لاکھواں حصّہ بھی دوسرے لوگ نہیں مانتے۔ اور ان کا ظرف ہی نہیں ہے۔ وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء کی ختم نبوت میں ہے، سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سنا ہوا ہے۔ مگر اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا ہوتا ہے اور اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے؟ مگر ہم بصیرت تام سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختم نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے ایک خاص لذّت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا، بجز ان لوگوں کے جو اس چشمہ سے سیراب ہوں۔

دنیا کی مثالوں میں سے ہم ختم نبوت کی مثال اس طرح پر دے سکتے ہیں کہ جیسے چاند ہلال سے شروع ہوتا ہے اور چودھویں تاریخ پر آکر اس کا کمال ہو جاتا ہے جب کہ اسے بدر کہا جاتا ہے۔ اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر کمالاتِ نبوت ختم ہوگئے۔ جو لوگ یہ مذہب رکھتے ہیں کہ نبوت زبردستی ختم ہوگئی اور آنحضرتؐ کو یونسؑ بن متیٰ پر بھی ترجیح نہیں دینی چاہیے۔ انہوں نے اس حقیقت کو سمجھا ہی نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور کمالات کا کوئی علم ہی ان کو نہیں ہے۔ باوجود اس کمزوری فہم اور کمی علم کے ہم کو کہتے ہیں کہ ہم ختم نبوت کے منکر ہیں! میں ایسے مریضوں کو کیا کہوں اور کیا افسوس کروں۔ اگر ان کی یہ حالت نہ ہوگئی ہوتی اور وہ حقیقتِ اسلام سے بکلّی دُور نہ جا پڑے ہوتے، تو پھر میرے آنے کی ضرورت کیا تھی؟ ان لوگوں کی ایمانی حالتیں بہت کمزور ہوگئی ہیں اور وہ اسلام کے مفہوم اور مقصد سے محض ناواقف ہیں۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ اہلِ حق سے عداوت کرتے جس کا نتیجہ کافر بنا دیتا ہے“۔

(ملفوظات، جلد اوّل، ص ص ۲۲۷، ۲۲۸)

قرآن مجید اللہ قادر و توانا کا کلام ہے یہ قیامت تک زندہ و تابندہ رہے گا

انسانی ہمدردی اور مذہبی رواداری قرآن تعلیمات کا بنیادی پیغام ہے

خطبہ عید الفطر فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مورخہ 11 ستمبر 2010ء بمقام جامع دارالسلام، لاہور (پاکستان)

آج ہم سب عید الفطر کی نماز ادا کرنے کے بعد خطبہ کے لئے جمع ہیں۔ یہ عید ہلال کمیٹی کے فیصلہ کے مطابق آج 11 ستمبر کو پاکستان میں منائی جا رہی ہے۔ اور جیسے کہ آپ جانتے ہیں بین الاقوامی سطح پر 11 ستمبر کا دن بہت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ 11 ستمبر کو تخریب کاروں کی طرف سے نیویارک، امریکہ میں جو سانحہ پیش آیا اور اس میں جو اموات ہوئیں ان کی یاد میں آج تعزیتی تقریبات ہو رہی ہیں۔ اس دردناک واقعہ میں تقریباً ہر مذہب کے لوگ فوت ہوئے اور یہ نہیں کہ وہ صرف ایک قوم کے لوگ تھے یا صرف ایک مذہب کے تھے بلکہ اس بلڈنگ میں جتنے لوگ تھے ان کا تعلق ہر ملک ہر دین سے تھا اور اسی حادثہ کو امریکہ آگے لے کر بڑھا اور اس کی وجہ سے مسلمان ملکوں پر جو تباہیاں آئیں اور جس کے بدنتائج پاکستان بھی بھگت رہا ہے یہ ساری چیزیں انسان کے لئے افسوس کا موجب ہیں اس کے علاوہ ہمارا ملک سیلاب، خودکش حملوں اور بے دردی اور بے رحمی سے قتل و غارت کے مصائب سے دوچار ہے ان سب کے متعلق سوچا جائے تو شاید ہم اپنی آسائش میں یہ بھول بیٹھے ہیں کہ اس وقت پاکستان کی آبادی کا ایک بہت بڑا حصہ کھلے آسمان تلے سخت تنگی کی زندگی گذار رہا ہے۔ اور جس کو ہم عید کہہ رہے ہیں بہتوں کے لئے آج وہ عید نہیں بھوک اور تنگدستی کا دن ہے ہاں ضرور ٹی۔ وی پر مسکراتے چہرے دکھائے جا رہے ہیں مہندیاں لگائیں جا رہی ہیں لیکن بے گھر جس اذیت سے گذر رہے ہیں وہ بہت افسوسناک ہے۔

یہ جو قرآن جلانے کی دھمکی دی جا رہی ہے صرف مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کو ایک خوف میں مبتلا کر رہی ہے۔ اس بے حرمتی کے قدم کو ہر غریب، امیر پڑھے لکھے، ان پڑھ، لیڈر عوام، بڑی اقوام، چھوٹی اقوام سب نے اس کی مخالفت کی اور ہماری جماعت جس کا مقصد قرآن ہی کو پھیلانا ہے اگر دیکھا جائے تو جو دکھ ہم نے محسوس کیا اس کا اندازہ شاید یہاں رہنے والے مسلمان بھی نہ لگا سکتے ہوں کہ ہم کس قرب میں سے گذر رہے ہیں اور ہمارا یہ دکھ قرب بن جاتا ہے جب ہم یہ سوچتے ہیں کہ ایک غیر مسلم اقلیت ہونے کے ناطے سے ہم تو یہ بھی نہیں کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں افسوس ہے کہ قرآن جل رہا ہے کیونکہ وہ تو سمجھتے ہیں کہ ہم تو اس قرآن کو مانتے ہی نہیں۔ لیکن ہم میڈیا کے ذریعہ یقین دلاتے ہیں کہ ''ہمیں بہت افسوس ہے اور اس کی پرزور مذمت کرتے ہیں کہ کوئی بندہ قرآن کو جلائے''۔ اس پادری نے کل دباؤ میں آ کر کہہ دیا کہ وہ قرآن کو نہیں جلائے گا اور کہہ دیا کہ دو گھنٹے کے اندر نیویارک کی کمیٹی اگر مجھے یہ فیصلہ نہیں سنائے گی کہ وہ گراؤنڈ زیرو کے قریب مسجد بنانے کا منصوبہ چھوڑ رہے ہیں تو میں قرآن جلا دوں گا۔ اس نے یہ

ڈرامہ جاری رکھا اور اس نے اپنی جہالت کا مظاہرہ جاری رکھا ہے۔ اس گھناؤنے ارادے کے ردعمل میں کچھ ملکوں میں اور خاص طور پر افغانستان میں قتل وغارت بھی شروع ہوگئی ہے۔ تو یہ بہت بڑا سانحہ ہوسکتا ہے اگر ایسی بات ہوجائے اور ہم اس کی پُر زور مذمت کرتے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں جس نے خود کہا ہے کہ ترجمہ: ''**کہ ہم ہی نے اس ذکر (قرآن کریم) کو نازل کیا اور اس کی حفاظت کا ذمہ بھی ہم نے خود لیا ہے**'' آپ سوچتے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہماری طرح محدود ذرائع نہیں اللہ تعالیٰ کوئی جماعت احمدیہ کے چند افراد کی طرح نہیں ہے جو اس ملک میں بے بس پڑے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی قوت کا اندازہ انسان نہیں لگا سکتا۔ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے تو ابابیلوں کے جھنڈ آ کے اس کے کعبہ کو بچا لیتے ہیں۔ جب وہ چاہتا ہے تو اس کے نبیوں اور اس کی قوموں کے لئے دریا اور سمندر پھٹ کر راستہ چھوڑ دیتے ہیں آگیں ٹھنڈیں ہوجاتیں ہیں، پتھروں کو پتہ چل جاتا ہے کہ کس کے اوپر گرنا اور کس کے اوپر نہیں گرنا، ہواؤں کو پتہ چل جاتا ہے کہ کس کو اڑانا ہے اور کس کو نہیں اڑانا، بارشوں اور طوفانوں کو پتہ چل جاتا ہے کہ کونسا انسان کشتی نوح میں سوار ہے اور کونسا اس سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طاقت کو اپنی طاقت کے ساتھ مقابلہ نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کو ضرور بچائے گا اور یہ قرآن کوئی کتاب کے صفحات کا نام نہیں ہے یہ انسان کی نہایت بدنصیبی ہوگی کہ وہ اس کے بارے میں یہ غلط سوچ رکھے۔ یہ اللہ کے احکامات ہیں اور اس کی طاقت اور حکومت ساری کائنات پر محیط ہے اس لئے اس کی قدرت کا غلط اندازہ نہ کیا جائے۔

عید میں خوشی کے ساتھ ایک روحانی حقیقت کو ذہن میں ضرور رکھیں۔ ہر اسلامی عبادت کا ایک روحانی پہلو ہوتا ہے تو شاید موجودہ مصائب ہمیں اس حقیقت کی طرف متوجہ کرانا چاہتے ہیں۔ جب انسان اضطراب میں آتا ہے تو وہ خدا کی طرف رجوع کرتا ہے۔ ہمیں جو اس نے اضطراب ملکی اور جماعتی سطح پر دکھایا ہے، ہمارے دلوں میں جو اضطراب آیا ہے اس نے ہمیں ایک موقع فراہم کیا ہے کہ ہم اس کے قریب تر ہوجائیں۔

اب ہمیں کیا کرنا ہے؟ قرآن اور اسلام کی تعلیم پر عمل کرنا ہے۔ اگر ہم اس عمل کو جاری رکھیں گے تو یہ عید جس کو روحانی عید کہتے ہیں جس کو ہم اس وقت محسوس کر رہے ہیں اس احساس کو آپ قائم رکھیں، اللہ کے ذکر کو جاری رکھیں، اس کی قربت کو مستحکم کرنے کے لئے عبادت اور نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ صرف اللہ کے ذکر سے ہی دل اطمینان پاتے ہیں۔ ترجمہ: ''**اللہ کے ذکر میں ہی دلوں کا اطمینان ہے**'' اسی اطمینان کو عید کہتے ہیں کیونکہ اصلی خوشی اس اطمینان میں ہے۔ یہ فارمولا قرآن نے خود بتایا ہے کہ قلوب کی تسکین کیسے ہو؟ قلوب کی تسکین خدا تعالیٰ کے ذکر اور اس کو یاد رکھنے میں اور اس کے کہے پر عمل کرنے سے وابستہ ہے، ترجمہ ''**تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا**''۔ کسی ولی اللہ نے کہا مجھے پتہ چل جاتا ہے جب مجھے خدا یاد کرتا ہے۔ کسی نے پوچھا کیسے پتہ چل جاتا ہے؟ تو اس نے کہا جب میں اللہ کو یاد کر رہا ہوتا ہوں تو مجھے پتہ چل جاتا ہے کہ اس وقت وہ بھی مجھے یاد کر رہا ہوتا ہے کیونکہ اس کا وعدہ ہے کہ ''**تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا**''۔ اور جیسے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ اور میں آپ کو بتاتا بھی رہتا ہوں ''کہ مجھے آسائشوں کے وقت تم یاد کرو تم مشکلات میں ہوگے تو میں تمہیں یاد رکھوں گا''

ہم جن مشکلات میں ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہماری غلطیاں وہ معاف فرمائے۔ اور جو ہم اس کو یاد کریں تو اسکو قبول فرمائے۔ ہماری معافیوں کو وہ قبول فرمائے۔ ہم نے اپنے دلوں میں یہ احساس دوبارہ زندہ کرنا ہے کہ احمدی ہونے کے ناطے ہم پر تین فرائض ہیں کہ ہم نے قرآن کو پڑھ کر اس کو سمجھ کر اس پر عمل کر کے ایک نمونہ بننا ہے۔ دوسرا ہم نے قرآن کی تعلیم کو پھیلانا ہے۔ تیسرا ہم نے اسلام کا قرآن کے ذریعے دفاع کرنا ہے۔ آج کل جو ہو رہا ہے اس میں مسلمان اپنے آپ کو بے بس پاتے ہیں لیکن ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے **لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** پر پورا یقین ہونے کی حیثیت سے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ آنے کی حیثیت سے، تمام لوگ جو **لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** کہتے ہیں ان کو مسلمان ماننے کی حیثیت سے ہم پورا یقین رکھتے ہیں کہ جہاں پر ہم بے بس ہیں ہمارے ہاتھ میں زمانے کے امام نے وہ ہتھیار دیا ہوا ہے اور اسی کے ذریعہ اس کی افواج روحانی جہاد کرنے کے قابل ہیں۔ آپ نے اسلام کی تاریخ میں دیکھا کہ 313 لوگ تھے وہ ہزار پر غالب آ گئے ان یعنی کافروں کے پاس ہر چیز مسلمانوں سے زیادہ تھی لیکن مسلمانوں کے

پاس کیا تھا؟ اللہ کی ذات اور چند تلواریں جب مسلمان سپاہی یا مجاہد کے ساتھ خدا ہو جاتا ہے تو وہ کمزور سے طاقت ور بن جاتا ہے اور اس میں وہ غیر معمولی طاقت آجاتی ہے جس کے آگے کوئی طاقت کارگر نہیں ہوسکتی۔ آج کے دن دوبارہ ہماری یہ تجدید ہونی چاہیے کہ ہم اللہ کے سپاہی بنیں، اپنے اندر وہ جوش و جذبہ پیدا کریں تا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان پورا ہو۔ جب تک ہمارے پاس قرآن ہے، جب تک ہم قرآن پر عمل کرتے ہیں تو دنیا کی کوئی طاقت ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ اگر ہم عمل چھوڑ دیں گے تو پھر ہم میں مقابلے کی صلاحیت ختم ہو جائے گی۔ مقابلہ صرف وہ کر سکتا ہے جس کو قرآن پر مکمل یقین ہو۔

میں آپ سب کی توجہ ہمارے بزرگ ملک سعید احمد صاحب کی طرف دلاتا ہوں۔ وہ اب 104 سال کے ہیں۔ جمعہ کے لئے باقاعدہ مسجد آتے ہیں آج نہیں آسکے۔ ان کو پچھلے سات آٹھ دن ہوئے یہ الہام ہوا اور بار بار یہ آواز آئی کہ "**مسلمانوں ڈرومت ابھی قرآن باقی ہے**" اگر آپ یہ اپنے دل میں بٹھالیں کہ قرآن ہمارے ساتھ ہے تو قرآن کی تعلیم اور قرآن پر عمل دلوں سے ہر قسم کے خوف کو دور کر دیتا ہے۔ اگر ہم اپنے دل میں یہ پیغام لے جائیں کہ "**مسلمانوں ڈرو مت ابھی قرآن باقی ہے**"۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ گھروں میں قرآن کا ڈھیر لگا دیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے دلوں کو قرآن مجید کی تعلیم سے منور کر لیں۔ آپ سب کے لئے دو پیغام ہیں۔ ایک یہ الہام کہ آپ نے مخالفین کے ڈر کو جو قرآن مجید جلانے کی دھمکیاں دے رہے ہیں دلوں سے نکال دینا ہے اور قرآن پڑھنے کا سلسلہ جاری رکھنا ہے صرف رمضان تک محدود نہیں رکھنا۔ اس کو جاری رکھنا ہے اور دوسری جس بات کی جانب میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہے۔ میں اپنے کچھ پرانے نوٹس دیکھ رہا تھا۔ 2 ستمبر 1988ء کی ایک خواب میں نے نوٹ کی تھی جس کو میں نے اس وقت شاید اہمیت نہ دی ہو لیکن اب اس کو میں اہمیت دیتا ہوں۔ اس خواب میں ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب خواب میں مجھے کہتے ہیں کہ تم اس طرح دعا مانگا کرو کہ "**اے خدا تو اس وقت بھی اس قوم کو معاف کرنا جب اس کے اعمال نوحؑ کی قوم کی طرح بھی ہو جائیں**"۔ تو ہمیں اپنے دل میں یہ سوچنا نہیں چاہیے کہ یہ تباہ ہونے والے ہیں یا ہو جائیں گے بلکہ ہمیں یہ دعا کرنی چاہیے کہ اللہ ان کو معاف کرتا رہے جب یہ نوح کی قوم کی طرح بھی ہو جائیں۔ موجودہ طوفان اور ابتلائیں طوفانوں کے نمونے ہیں لیکن ان میں بھی اللہ ان کو بچالے اور ان کو رجوع کا موقع عطا فرما دے کیونکہ جب قومیں رجوع کر لیتی ہیں تو خدا تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ تو ہم دعا کریں اپنی قوم کے لئے اور یہ یقین رکھیں اپنے دل میں کہ ہمیں ڈرنا نہیں ہے قرآن مجید تا قیامت زندہ و تابندہ رہے گا۔ اسی دعا اور نصیحت سے اپنا خطبہ ختم کرتا ہوں۔ میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ میں نے اس جواب کے لئے کافی وقت لگایا ہے جو قرآن جلانے کے عمل کی مذمت کے لئے میں نے تیار کیا ہے میں نے آٹھ صفحوں کا ایک کتابچہ لکھا ہے جس کو ہم انشاء اللہ طبع کر کے تمام جماعت کے افراد کو دیں گے اور یہ انشاء اللہ ویب سائٹ پر بھی جلد شائع ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو توفیق دے کہ جو خوشی خدا کے تعلق سے حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو بڑھائے۔ اور اس عید کو ہمارے لئے روحانی بلندی اور تقویت کا باعث بنائے۔

صادق ومصدوق حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کی پیشگوئی اور آج کا پُرفتن دور

خطبہ جمعہ فرمودہ عامر عزیز الازہری، مورخہ 16 جولائی 2010ء

ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور رسول کا حکم مانو، جب وہ تم کو اس کام کے لئے بلاتا ہے جو تمہیں زندگی دیتا ہے۔ اور جان لو کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے اور کہ تم اس کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے۔ اور عظیم الشان فتنہ سے بچاؤ کرلو جو خاص کر ان لوگوں کو نہ پہنچے گا جو تم میں سے ظالم ہیں اور جان لو کہ اللہ بدی کی سزا دینے میں سخت ہے۔ اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے زمین میں کمزور تھے ڈرتے تھے کہ لوگ تم کو زبردستی پکڑ نہ لے جائیں، سو اس نے تم کو پناہ دی اور اپنی نصرت کے ساتھ تمہاری تائید کی اور تم کو اچھی چیزوں سے رزق دیا تا کہ تم شکر کرو۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو۔ اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو حالانکہ تم جانتے ہو۔ اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہے اور یہ کہ اللہ کے ہاں بھاری اجر ہے۔'' (سورۃ انفال آیت نمبر 24 تا 28)

یہ آیات میں نے پچھلے مضمون کو جو گذشتہ جمعہ آپ کے سامنے پیش کیا تھا۔ اُس کی مزید وضاحت کے لئے اور اس کی کچھ تشریح بیان کرنے کے لئے آپ کے سامنے پڑھیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں جو بنیادی پیغام دیا ہے وہ یہ ہے کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو کیونکہ اللہ اور رسول کے حکم ماننے میں زندگی ہے۔ ''وہ تمہیں اس چیز کے لئے بلاتے ہیں جس میں تمہارے لئے زندگی کا پیغام ہے'' خدا اور اس کے رسولؐ کے احکامات پر عمل زندگی کی علامت ہے۔ ان پر عمل کرنے سے زندگی کی رونق بحال ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مقام انسان کا دل ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''ہم تمہاری شہ رگ (یعنی رگ جان) سے بھی زیادہ قریب ہیں'' وہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے دل کے اندر سما سکتا ہے اور اگر انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق قائم کرلے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ زندگی بخش پیغام دیتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی تعلیم زندگی کا پیغام ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق قائم کرلیتے ہیں ان کو زندگی حاصل ہوجاتی ہے ان پر کوئی خوف اور کوئی غم نہیں رہتا۔ پھر آگے فرمایا ''اس فتنہ سے بچو جو خاص طور پر صرف ظالموں کو نہیں پہنچے گا''۔ بلکہ ہر شخص اس کا نشانہ بن سکتا ہے۔ وہ فتنہ جس سے ہر انسان متاثر ہوگا اس فتنہ سے اپنا بچاؤ کرلو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار اس چیز کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اللہ نے ظالم قوموں کو ہلاک کیا۔ ظالم لوگوں کو ہلاک کیا۔ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ لیکن اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ یہ ایک ایسا فتنہ ہوگا جو صرف ظالموں کے لئے نہیں بلکہ پوری کی پوری قوم، پوری کی پوری امت اس کی لپیٹ میں آجائیگی۔ مسلمانوں کو اس خوفناک فتنہ سے ڈرایا گیا ہے۔ اس سلسلے میں گذشتہ خطبہ میں نے چند رسول کریمؐ کی احادیث آپ کے سامنے پیش کیں تھیں۔ ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بخاری کتاب الیقین میں امام بخاری نے اس بارے میں باب باندھا ہے۔

''**میری امت کی تباہی چند بیوقوف نوجوانوں کے ہاتھوں پر ہوگی**''۔ اس سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو احادیث بیان کیں ہیں وہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں تا کہ آپ کو معلوم ہو کہ کس طرح صادق ومصدوق رسول کریمؐ نے آج سے 15 سو سال قبل آج کے حالات کی خبر دے دی تھی۔

یہاں آپؐ فرماتے ہیں کہ میری امت کی تباہی اور ہلاکت چند بے وقوف نوجوانوں کے ہاتھوں ہوگی۔ اب آپ غور کریں تو یہ جو آج کل ہمارے ہاں آئے روز دھماکے ہو رہے ہیں جو دہشت گردی ہورہی ہے۔ اس میں نوجوان ہی ہیں جو نشانہ بنتے ہیں۔ اسی طرح وہ لوگ جو اس دہشت گردی کے عمل میں شامل ہوتے

ہیں وہ سب نوجوان ہیں۔اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو الفاظ بیان کیے وہ یہ ہیں۔''میری امت کی تباہی بیوقوف نوجوانوں کے ہاتھوں پر ہوگی۔(کتاب الفتن)''ابن سعید سے روایت ہے کہا میں مردان اور ابو ہریرہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا تو میں نے ابو ہریرہ کو کہتے ہوئے سنا فرمایا کہ میں نے صادق کو جس سے سچ کہا گیا تھا سنا فرمایا کہ میری امت کی تباہی قریش کے لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی تو مروان نے کہا لونڈے ابو ہریرہ نے کہا''اگر تم چاہو تو میں ان کا نام بھی بتا دوں گا فلاں کے بیٹے اور فلاں کے بیٹے'' حذیفہ بن یمان سے روایت ہے کہتے ہیں کہ''لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھلائی کے متعلق پوچھتے تھے اور میں آپؐ سے شر(مصائب اور جنگوں وغیرہ) کے متعلق پوچھا کرتا تھا اس ڈر سے کہ کہیں مجھے نہ پہنچے'' میں نے پوچھا یا رسول اللہ ہم جاہلیت اور شر(مصائب اور جنگوں) کی حالت میں تھے تو اللہ نے ہم کو یہ بھلائی دی تو کیا اس خیر کے بعد بھی شر ہوگا فرمایا ہاں میں نے پوچھا تو کیا اس شر کے بعد پھر بھلائی ہوگی فرمایا ہاں مگر اس میں دھواں ہوگا میں نے پوچھا کہ وہ دھواں کیا ہے فرمایا ایسے لوگ ہوں گے جو میری سنت کے خلاف رہنمائی کریں گے ان کے کچھ کام تمہیں اچھے معلوم ہوں گے اور کچھ بُرے۔میں نے پوچھا تو کیا اس خیر کے بعد شر ہوگا فرمایا ہاں دوزخ کے دروازوں کی طرف بلانیوالے ہوں گے جس نے ان کی بات کو قبول کیا انہیں وہ دوزخ میں گرا دیں گے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے لئے ان کا حال بیان فرمایئے فرمایا وہ ہمارے چمڑے سے ہی ہوں گے(یعنی انسان ہی ہوں گے) ہماری ہی زبانوں سے کلام کریں گے میں نے پوچھا اگر مجھے یہ زمانہ مل جائے تو آپؐ مجھے کیا حکم دیتے ہیں فرمایا مسلمانوں کی جماعت ان کے امام کے ساتھ رہو۔میں نے پوچھا کہ اگر نہ ان کی کوئی جماعت ہو اور نہ ان کا کوئی امام ہو فرمایا تو ان سب فرقوں سے الگ رہو گو(بھوک کے مارے) تم کو درخت کی جڑ ہی کھانی پڑے یہاں تک کہ تم کو موت آجائے اور تم اسی حالت پر ہو'' ذرا غور فرمایئے کہ آج کل یہ بیوقوف نوجوان ہی ہیں۔جن کو بہکا دیا جاتا ہے۔ان کی بیوقوفی، ان کی کم علمی کی وجہ سے اور ان کی کم فہمی کی وجہ سے ان کو اس کام پر لگا دیا جاتا ہے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ کہ میری امت کی ہلاکت ان چند نوجوانوں کے ہاتھ ہوگی۔یہ ہمیں صاف نظر آ رہا ہے ہم اندرونی طور پر بھی انتشار کا شکار ہیں آج قوم بٹ گئی۔آدھے ان کو دہشت گرد، آدھے ان کو مجاہدین سمجھتے ہیں۔قوم اس طرح بٹ کر آپس میں لڑنا شروع ہوگی ہے۔بیرونی دنیا سے بھی ہمیں خطرہ نظر آتا ہے۔وہ بھی یہ کہ ہر طرف سے یہ آواز آتی ہے کہ مسلمان دہشت گرد ہیں۔

''اس شر کے بعد پھر بھلائی ہوگی فرمایا ہاں اور اس میں دھواں ہوگا''۔صحابیؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شر کے بعد خیر آئے گی۔خیر کے بعد پھر شر ہوگا۔وہ صحابیؓ کہتے ہیں: میں نے کہا وہ کیسے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس میں دھواں ہوگا'' (صحابی) کہا کہ وہ دھواں کیا ہے۔تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے لوگ ہوں گے جو میری سنت کے خلاف رہنمائی کریں گے۔یعنی وہ خود اس کام میں شامل نہیں ہوں گے۔یہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو الفاظ استعمال کیے وہ یہ ہیں کہ میری سنت کے خلاف رہنمائی کریں گے۔اب آپ دیکھیں جتنا بھی ہمارے ہاں دہشت گردی کا عمل ہوتا ہے۔اس کی رہنمائی کرنے والے خود پیچھے بیٹھے ہوتے ہیں۔وہ بذات خود اس عمل میں شامل نہیں ہوتے بلکہ وہ چند نوجوانوں کو لے کر ان کی خلاف سنت رہنمائی کر رہے ہیں۔یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت آپؐ کے عمل کے بالکل برخلاف ان کی رہنمائی کی جا رہی ہے اور اسی کو دھواں کہا۔دھواں وہ چیز ہے جس میں آپ کو کچھ نظر نہیں آتا۔اس طرح آج کل اس دہشت گردی کے اٹھنے والے دھویں میں بھی ہر چیز دھندلا گئی ہے آپ کو کچھ سمجھ نہیں آتا کہ کون کیا کر رہا ہے اور کون اس کا ذمہ دار ہیں۔پھر اس کے بعد آپؐ فرمایا:''دوزخ کے دروازوں کی طرف بلانے والے ہوں گے۔جس نے ان کی بات کو قبول کیا وہ ان کو دوزخ میں گرا دیں گے۔ ذرا آپ الفاظ پر غور کریں کہ جو لوگ ان کی رہنمائی قبول کریں گے وہ دوزخ کے دروازے کی طرف بلانے والے ہوں گے۔دوزخ کیا ہے۔یہی آگ جو ہر طرف بھڑک رہی ہے۔یہ دہشت گردی کی آگ ہو یا گناہوں کی آگ جو ہمیں ہر طرف نظر آتی ہے۔لوگوں کو اس آگ اور خون کے کھیل کی طرف بلانے والے وہ ہیں جو آنحضرتؐ کی سنت مطہرہ پر خود عمل نہیں کرتے۔تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو ان کی بات کو قبول کر لیں گے۔وہ انہیں دوزخ میں گرا دیں گے۔ذرا غور کریں کس طریقے سے ان نوجوانوں کو اس دوزخ میں گرا دیا جاتا ہے اور معصوم جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔کبھی عبادت میں مصروف نہتے انسانوں کو، بازار میں تلاش معاش میں سرگرداں معصوم جانوں کو، خواہ وہ داتا صاحب پر حملہ ہو یا وہ جماعت احمدیہ کے سنٹر زیر حملہ ہو یا دیگر مساجد پر صرف بے گناہ انسانوں کا قتل ہے۔وہ سب ایک دوزخ بھڑکا دینے والے لوگ ہیں۔اس کے بعد(صحابی) نے پوچھا''اے اللہ کے رسولؐ

ان لوگوں کا حال ہمارے لیے بیان فرمائیں فرمایا ہماری ہی طرح کے ہوں گے''۔ یعنی انسان ہی ہوں گے کوئی باہر سے لوگ نہیں ہوں گے۔ ہماری ہی طرح کے انسان ہوں گے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بظاہر وہ ہماری ہی جماعت سے ہوں گے۔یعنی ہمارے اندر سے یہ لوگ اٹھیں گے۔ ہمارے ہی طرح کے چلتے پھرتے، کھاتے پیتے انسان ہوں گے۔ جو یہ کام کررہے ہوں گے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ باہر کے لوگ ہوں گے یا یہ کہ کوئی دوسری قوم یا دوسری مخلوق ہوگی جیسے ہمارے لیڈران فرمارہے ہیں کہ فلاں قوم یہ کام کروارہی ہے۔ کسی ملک کے اوپر الزام لگا دیا جاتا ہے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :''وہ انسان ہوں گے ہمارے ہی طرح کے''اور پھر فرمایا:''ہماری ہی زبانوں سے کلام کریں گے'' آپ دیکھیں تو وہ ہماری ہی طرح کلام کرتے ہیں۔وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔اپنے آپ کو وہ اسلام کا داعی کہتے ہیں۔پھر صحابیؓ نے پوچھا آپؐ مجھے کیا حکم دیتے ہیں کہ جب یہ زمانہ مجھے ملے تو مجھے کیا کرنا چاہیے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ رہو۔صحابیؓ نے کہا اگر ان میں جماعت ہی کوئی نہ ہو اور نہ امام ہو تو فرمایا تو پھر ان تمام فرقوں سے الگ رہو خواہ بھوک کے مارے تم کو درخت کی جڑیں کھانی پڑیں یہاں تک کہ تم کو موت آجائے اسی حالت میں رہو۔

کیا خوبصورت حل آپؐ نے دیا کہ تم ان لوگوں سے علیحدہ ہو جاؤ۔ان کے ساتھ مت ملو۔کیونکہ یہ وہ ہیں جو صرف اور صرف فتنہ کھڑا کریں گے۔اور وہ لوگوں کو اسلام کا وہ چہرہ دکھائیں گے جس سے صرف اور صرف نفرت بڑھتی ہے۔ پھر آپؐ نے مزید کچھ اور نشانات بیان کیے۔آپؐ فرماتے ہیں: وہ ایسے لوگ ہوں گے کہ وہ قرآن تو پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، اور وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح کہ تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔یعنی آپؐ نے فرمایا کہ وہ قرآن پڑھیں گے، قرآن کی بڑی اچھی اچھی تلاوت کریں گے مگر یہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔حلق سے اترنے کا کیا مطلب ہے یعنی قرآن کی اصل تعلیم اس کی فقاہت اس کا فہم اس کی روح وہ انہیں حاصل نہیں ہوگی۔قرآن پڑھنے والے بہت ہوں گے اور بے شمار لوگ ایسے ہوں گے جو اس قرآن کو خوش الحانی سے پڑھیں گے لیکن نہ وہ اس کو سمجھیں گے نہ اس کا فہم حاصل کرسکیں گے اور نہ اس پر عمل کرنے والے ہوں گے۔یہ وہ لوگ ہیں جو دین سے نکل جائیں گے آج کل دیکھ لیں کیا بالکل ایسا نہیں ہے کہ جیسے ہم سب ہی دین سے نکل گئے ہیں۔اور آپ دیکھیں تو دین سے نکلنا ایسے ہی ہے جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ یہ وہ ہیں جو کہ دین اسلام سے نکل جائیں گے جس طرح تیر نکل جاتا ہے پھر فرمایا ان کا ایمان ان کے حلق کے نیچے نہیں اترے گا۔اگر آپ ذرا غور کریں تو اس ملک میں یا دیگر اسلامی ممالک میں سب لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں لیکن کرپشن اور دیگر تمام برائیاں ہمارے اندر موجود ہیں۔کرپشن میں ہم ٹاپ پر آجاتے ہیں۔بڑا اپنے آپ کو کہیں کہ ہم مومن ہیں، ایمان لانے والے ہیں، لیکن وہ ایمان صرف زبان کی حد تک ہے۔آگے ان نوجوان کے متعلق آپ نے فرمایا: جہاں کہیں تم ان کو ملو تمہاری ان سے مڈبھیڑ ہو جائے تو تم انہیں قتل کرو، کیونکہ ان کے قتل کرنے میں قیامت کے دن اس کو اجر ملے گا۔آج کی اس Situation کو رسولؐ نے بالکل واضح طور پر بیان کردیا۔فرماتے ہیں ان لوگوں کو جو مذہب سے دور ہو گئے، یہ لوگ جو اسلام کی تعلیم کو تباہ کرنے پر، اسلام کے پیغام کو دنیا میں بدنام کرنے پر تلے ہوئے ہیں، یہ چند بیوقوف لوگ جب ان سے تمہاری مڈبھیڑ ہو تم انہیں قتل کردو۔آپ دیکھیں امت مسلمہ کی اکثریت اور علماء کرام جو پاکستان میں یا دیگر ممالک میں، سب کے سب اس بات پر اکٹھے ہیں کہ یہ نوجوان جو کچھ کررہے ہیں۔یہ دہشت گردی ہے اور ان کا قلع قمع کرنا ضروری ہے۔قتل کرنے سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ ہر فرد انہیں قتل کرنے کے لئے نکل کھڑے ہو۔یہ کام سیکورٹی فورسز کا ہے جس طریقے سے وہ کام کررہی ہیں، پولیس فورس جس طرح کام کررہی ہے یہی قتل یہاں مراد ہے۔جس طرح فوج ان دہشت گردوں کے خلاف جہاد میں مصروف ہے یہی ان کا قتل کرنا ہے۔اس سے بڑھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آج کے اس زمانے کا نقشہ کھینچا ہے وہ اس طرح ہے آپؐ فرماتے ہیں کہ وہ وقت آئے گا کہ علم لے لیا جائے گا، زلزلے بہت زیادہ آنے لگیں گے، اور زمانہ قریب ہو جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے اور ھرج بہت ہو گا یعنی ھرج سے مراد قتل ہے۔ یہاں آپؐ نے چار چیزیں بیان کی ہیں کہ یہ وہ زمانہ ہوگا کہ علم اٹھا لیا جائے گا۔غور کریں تو پہلے تو کسی کو علم کا شوق ہی نہیں ہے کہ اسلام کا علم حاصل کرے یا دین کا علم حاصل کرے۔اگر چند لوگوں کو ہے تو وہ محدود ہے۔باقی علم اٹھا لیا جائے گا۔تمام لوگ دین کے علم کو چھوڑ دیں گے اور علم سے ان کا قطع تعلق ہو جائے گا۔آپ رپورٹس پڑھیں تو یہ کہا جاتا ہے کہ پاکستان میں

لائبریریاں خالی ہوگئیں ہیں۔ کیا مطلب ہے اس کا کہ قوم کو علم کا کوئی شوق نہیں رہ گیا۔ پڑھنے کا کوئی شوق نہیں رہ گیا۔ علم اٹھالیا گیا ہے۔ دین کا علم بھی گیا۔ قرآن کا علم بھی گیا۔ اور دنیاوی طور پر بھی دیکھیں تو بہت سے نوجوان ہیں جو B.A اور M.A کرتے ہیں انہیں بھی پڑھنے کا کوئی شوق نہیں ہوتا۔ رٹا لگایا تھوڑی دیر پڑھا اور پاس ہوگئے۔ یہی حال مدارس کے اندر ہوتا ہے۔ یہ علم اٹھالینے کی واضح مثالیں ہیں۔ پھر فرمایا: زلزلے بہت آئیں گے۔ اب زلزلے قدرتی آفات ہیں وہ بھی ہمیں نظر آتی ہیں اور ہم خود بھی زلزلے برپا کرتے رہتے ہیں روزانہ آپ دیکھتے ہیں T.V پر بریکنگ نیوز کے ساتھ ایک زلزلہ کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے۔

''زمانہ قریب ہوجائے گا'' تو زمانہ اتنا قریب آ گیا کہ لوگ ایک دوسرے کے قریب آ گئے ہیں اور وقت بہت تیزی سے گزرتا ہے جس کا انسان کو پتہ ہی نہیں چلتا۔ ''فتنے ظاہر ہوں گے'' بے شمار فتنے ہمیں نظر آتے ہیں۔ امت محمدیہ کے اندر بھی فتنے نظر آتے ہیں۔ اور باہر دیکھیں تو باہر بھی فتنے نظر آتے ہیں خواہ West کا فتنہ یا East کا فتنہ ہو وہ ہمیں واضح نظر آتا ہے۔ خواہ یہ فتنہ امریکہ کرے یا باقی قومیں، بے شمار فتنے ہیں۔ جو ہمیں نظر آتے ہیں۔ پھر فرمایا: ''اس میں ھرج بہت ہوگا۔'' (صحابی) نے پوچھا یہ ھرج ہے کیا۔ فرمایا: ''وہ قتل ہے قتل عام ہوجائے گا'' اگر آپ 40 یا 50 سال پیچھے چلے جائیں کہیں ایک انسان کا قتل ہوتا تھا تو پورے علاقے میں خوف پھیل جاتا تھا۔ لوگوں کے لئے ایک انسان کا قتل کرنا اتنا بڑا جرم ہوتا تھا۔

اور انگریز گورنمنٹ کے بارے میں تو خاص طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ اس کی گورنمنٹ میں اگر آپ ایک علاقے سے دوسرے علاقے تک چلے جائیں تو کسی کو یہ جرات نہیں ہوتی تھی کہ کوئی آپ کو ہاتھ لگا سکے۔ قتل ایک Rare قسم کا کرائم سمجھا جاتا تھا۔ بہت ہی گھناؤنا جرم سمجھا جاتا تھا لیکن اگر آج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ پر غور فرمائیں۔ اگر دس بیس بندے مرجائیں تو T.V والے نیوز بھی نہیں دیتے کیونکہ بریکنگ نیوز نہیں بنتی۔ جب تک کافی جانی نقصان نہ ہوجائے۔ آج آپ دیکھیں کس طریقے سے ہر جگہ ہر قوم کے افراد ہلاک ہو رہے ہیں۔ جنگوں کے ذریعے لوگ ہلاک ہو رہے ہیں۔ دہشت گردوں کے ذریعے انسانی خون کیا جا رہا ہے۔ اور ویسے کتنی زیادہ تباہی ہے جو ہمیں نظر آتی ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو الفاظ کہے وہ پورے ہو رہے ہیں ایسے لگتا ہے جیسے آپؐ کیمرے کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: ''اور مال بہت زیادہ ہوجائے گا یہاں تک کہ بہنے لگ گیا ہے'' آج کس انداز سے لوگ مال کو کماتے ہیں اور قوموں کی قومیں مال کما رہی ہیں اور وہ بہنے لگ جائے گا۔ آج ایسے ہی ہے جیسے وہ بہہ رہا ہے۔ یہ سب کچھ ہمیں نظر آ رہا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں ان فتنوں کی طرف اشارہ کیا اس کا علاج بھی قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔ جب یہ حالات ہوجائیں تو قرآن مجید میں اللہ نے یہ علاج بیان کیا۔ اگر تمہیں کامیابی چاہیے تو پھر اللہ تعالیٰ سورۃ نور میں فرماتا ہے: ''اللہ اور اس کے رسولؐ کی پیروی کرو۔ اور اللہ سے ڈرو اور اس کا تقویٰ اختیار کرو۔ یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں'' وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی پیروی کریں گے اور اس کے رسولؐ کی سنت کی خلاف ورزی نہیں کریں گے اللہ سے ڈرتے رہیں گے اور اس کا تقویٰ اختیار کریں گے وہ کامیاب ہونے والے ہیں اور پھر دوسری جگہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے وہ کسی اور سے نہیں ڈرتے تو وہ لوگ اس سے محفوظ رہیں گے۔''

سورۃ الاحزاب میں آتا ہے:

''تمہارے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے اس کے لئے جو اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو یاد کرتا ہے۔ کثرت سے اللہ کا ذکر کرو کیونکہ یہی وہ اللہ کا ذکر ہے جو تمہیں اس آگ سے بچا سکتا ہے ایک اور دوسری جگہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''سنو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو خوشی (اطمینان) حاصل ہوتا ہے''۔ قرآن مجید ہمیں جو اس کا علاج بتاتا ہے وہ یہی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کریں۔ اور تمام گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے ان سے اپنی جان چھڑائیں تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان بلاؤں سے ابتلاؤں سے محفوظ رکھے۔ اس زمانے کے امام اپنی عربی کتاب التبلیغ میں فرماتے ہیں:

''اور اللہ کا خوف گمشدہ متاع کی مانند ہوگیا ہے۔ اور علم قرآن زندہ درگور کی طرح دفن کر دیا گیا ہے۔ تم دیکھ رہے ہو مگر پھر بھی جہالت پر مصر ہو۔ اے لوگو! اپنی فکروں کو مستعدی اور خلوص سے استعمال کرو اور اپنی نظروں میں دیانت پیدا کرو۔ اور اللہ اپنے خالق سے مت کتراؤ اور اللہ کی اس نعمت کو جو اپنے وقت پر آئی ہے اس

کو ردّ مت کرو اور اس سے منہ نہ پھیرو اور تم اعراض کرنے والے ہو۔ اگر تم نے میری بات سن لی اور میری نصیحت کی طرف متوجہ ہوئے جو میں آج کے دن تمہیں وصیت کرتا ہوں تو اللہ تم سے راضی ہو جائے گا اور تم پھلو پھولو گے اور اللہ تمہیں کثرت عطا کرے گا اور تم پر برکات نازل کرے گا۔ اور اس کی برکات تمہاری اولادوں، تمہاری ذریت، تمہارے کھیتوں، تمہاری تجارتوں، تمہاری امارتوں، تمہاری عمارتوں میں بھی جاری رہیں گی۔ اور تمہیں ایک پاکیزہ زندگی بخشے گا۔ تم اللہ کی امان میں داخل ہو جاؤ گے اور اللہ کے سائے کے نیچے زندگی گزارو گے۔ لیکن اگر تم اپنے شر سے نہیں رکو گے اور اللہ کے حکم کو اپنی گردنوں کا جوا نہیں بناؤ گے تو اپنے گناہوں کی وجہ سے پکڑے جاؤ گے۔ تمہارے عیوب کی آگ تمہیں کھا جائے گی۔ اللہ دوسروں کے لئے تم کو محض قصے اور دیکھنے والوں کے لئے عبرت بنا دے گا۔ وہ تمہیں منتشر کر دے گا اور تمہاری بیخ کنی کرے گا اور تمہارے محض کھنڈرات باقی رہ جائیں گے اور تم فنا ہو جاؤ گے۔ اور اللہ تمہارے پیچھے اپنی ننگی تلوار اٹھائے گا اور تم پر انہیں مسلط کر دے گا جو تمہیں اذیت دیں گے۔ اور تم پر ذلت مارے گا اور تم ہر مکان سے دھتکارے جاؤ گے۔

ہمیں اس چیز کی طرف غور کرنا ہے کہ کہیں ہم اللہ کی نافرمانی اور گناہوں کے جوئے کو اپنی گردنوں میں ڈال کر ان کی وجہ سے پکڑے نہ جائیں۔

ہمیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ اپنی اطاعت کے دامن میں رکھے اور ہمیں ان لوگوں میں سے نہ بنائے جو اپنے عیوب کی وجہ سے یا اپنے گناہوں کی وجہ سے یا اپنی معصیت کی وجہ سے یا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات کی نافرمانی کی وجہ سے عذاب کے مستحق ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور ہر طرح کی مشکلات سے ہمیں بچائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اطاعت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور مرکزی انجمن کا دورہ راولپنڈی

زیر اہتمام راولپنڈی جماعت

حضرت امیر ایدہ اللہ کی سربراہی میں ایک وفد جنرل سیکرٹری عامر عزیز صاحب، 2 نمائندہ تنظیم خواتین اور 2 نمائندہ شبان الاحمدیہ نے مورخہ 23 اکتوبر 2010 بروز ہفتہ راولپنڈی، اسلام آباد جماعت کا دورہ کیا اور راولپنڈی جماعت کی طرف سے منعقدہ تقریب میں شرکت کی۔ تقریب کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے کیا گیا۔ اس کے بعد محترم طاہر صادق صاحب نے استقبالیہ تقریر کی اور آنے والے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ بعد ازاں محترم عامر عزیز صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں پر ایک لیکچر دیا۔ جس میں انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں کو بڑے موثر انداز میں بیان کیا اور آخر میں حاضرین کے سوالوں کے جوابات دیئے۔ تقریب کے اختتام پر حاضرین کی چائے وغیرہ سے تواضع کی گئی۔

اگلے روز مورخہ 24 اکتوبر بروز اتوار صبح دس بجے پروگرام شروع ہوا۔ صاحبزادہ ہارون صاحب نے تلاوت قرآن کریم سے تقریب کا آغاز کیا۔ علیم الدین صاحب نے پُرترنم آواز میں کلام مسیح موعودؑ پڑھ کر سنایا۔ محترم حمود الرحمٰن صاحب نے ملفوظات مسیح موعودؑ پڑھ کر سنائے۔ اس کے بعد عامر عزیز صاحب نے ''اسلام میں حسنِ جمالیات'' پر لیکچر دیا۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے ''نماز میں عام غلطیوں'' کے بارے میں ملٹی میڈیا کے ذریعہ لیکچر دیا۔ انہوں نے نہایت ہی موثر انداز میں نماز پڑھتے وقت کی جانے والی عام غلطیاں جو ارکان نماز کے دوران ہم غلطیاں کرتے ہیں ان کے متعلق حاضرین کو بتایا اور نماز پڑھنے کا صحیح طریقہ سمجھایا۔ جس کو حاضرین نے بہت پسند کیا آخر میں حضرت امیر قوم اور عامر عزیز صاحب (جنرل سیکرٹری) نے حاضرین کے سوالات کے جوابات دیئے۔ تقریب کا اختتام حضرت امیر ایدہ اللہ کی دعا پر ہوا۔ اس کے بعد پرتکلف کھانے سے حاضرین کی تواضع کی گئی اور ظہر اور عصر کی نماز باجماعت ادا کی گئیں۔

وفد نے سابقہ امام برلن چوہدری سعید احمد صاحب اور سابقہ جائنٹ سیکرٹری میاں فخر الدین صاحب اور کھنہ میں موجود ممبران جماعت سے ملاقات کی اور انہیں انجمن کے کاموں میں حصہ لینے کی ترغیب دی۔

از: چوہدری محمد حسن چیمہ صاحب (گجرات)

حضرت مولٰینا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ

اسلام نے مسلمانوں کو دو نعمتیں عطا فرمائی ہیں جن سے دنیا کی تمام قومیں محروم ہیں۔ اگر مسلمان ان نعمتوں کی قدر کریں تو انہیں کبھی ناکامی کا منہ نہ دیکھنا پڑے۔ ایک نعمت قرآن کریم ہے جو دنیا کی واحد الہامی کتاب ہے جو اب تک انسانی دستبرد سے محفوظ ہے۔ جس کے متعلق خود قرآن کریم میں ایک وعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کتاب مقدس میں کر رکھا ہے کہ یہ کتاب ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دی گئی ہے اور یہ کتاب بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

اسوہ حسنہ:

دوسری نعمت اللہ تعالیٰ کی یہ ہے کہ اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں ایک عظیم الشان ہمہ وقتی اور ابدی نمونہ تمام نوع انسان کے لئے مہیا کر دیا ہے۔ رسول اللہ صلعم کی شخصیت ایک تاریخی شخصیت ہے۔ حضور کی ہر ایک نقل وحرکت نشست و برخاست قول وفعل تمام شعبہ ہائے زندگی میں حضورؐ کے کارنامے خود قرآن کریم میں اور تاریخی انسانی میں بالکل محفوظ ہیں۔ حضور صلعم دوستوں کے لئے نمونہ ہیں، رشتہ داروں عزیزوں کے لئے نمونہ ہیں انسان کے ہر درجہ اور ہر طبقہ کے لوگوں کے لئے نمونہ ہیں۔ غرضیکہ شاہوں اور درویشوں سمیت ہر درجہ اور طبقہ کے افراد کے لئے نمونہ ہیں۔ حضورؐ سے قبل جس قدر انبیاءؑ دنیا میں آئے وہ اخلاق کی کسی نہ کسی شاخ کی نمائندگی کرتے رہے۔ جو متفرق تعلیمات متفرق انبیاء کو دی گئیں وہ تمام کی تمام بحیثیت مجموعی آنحضور کو ودیعت کر دی گئیں۔ شاعر نے اس کیفیت کو نہایت خوبصورت پیرا میں یوں قلمبند کیا ہے۔

حسن یوسفؑ، دمِ عیسیٰؑ، ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یہ وہ نعمتیں ہیں جو مسلمانوں کے پاس بطور امانت موجود ہیں جب تک مسلمان ان نعمتوں کی قدر کرتے رہے۔ مشرقی ممالک کے بیشتر حصہ نے اسلام قبول کر لیا۔ مسلمانوں میں بڑا وہی کہلایا جو قرآن کریم کی تبلیغ کرتا رہا اور محمد رسول اللہ صلعم کے اخلاق سے لوگوں کو آشنا کرتا رہا۔ ایک مدت تک مغرب کا اکثر حصہ اسلام سے غیر متاثر رہا۔ ہوا یوں کہ متعصب عیسائیوں نے اسلام کے خلاف زبردست محاذ بنالیا اور کذب بیانیوں اور افتراء پردازیوں سے کام لینا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ صلیبی غزوات تک نوبت پہنچی وہ اسلام کو تو مغلوب نہ کر سکے مگر اسلام کی ترقی میں انہوں نے ضرور رکاوٹ پیدا کر دی۔ عیسائی پادریوں نے عیسائیت کی ایک بھونڈی شکل دنیا کے سامنے پیش کر کے کچھ بڑی کامیابی حاصل نہ کی۔ عیسائیوں کی مذموم کوششوں کی وجہ سے وہاں اسلام کا پیغام بھی نہ پہنچ سکا اور عیسائیت کا اثر بھی قائم نہ رہ سکا۔ علمی اور روحانی فضا میں ایک زبردست خلا پیدا ہو گیا۔ سوشلزم آ گیا، کمیونزم آ گیا، نازی ازم کی تحریک بھی درحقیقت عیسائیت کے خلاف ہی ایک تنظیم تھی۔ فاشزم بھی عیسائیت سے کچھ تعلق نہ رکھتی تھی یہاں تک کہ ہیومنزم (Humanism) بھی عیسائیت سے ماورائے ایک تحریک ہے جس کے زیر اثر یورپ کے کچھ علماء کام کر رہے ہیں ان حالات میں مشرق میں ایک تحریک اٹھی جس کا اصل مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو دوبارہ قرآن کریم کی تبلیغ اور نبی کریم صلعم کی سیرت کی اشاعت کا علمبردار بنانا چاہیے یہ تحریک

احمدیت کے نام سے موسوم ہوئی اور اس کا بانی ایک دیہاتی زمیندار مرزا غلام احمد قادیانیؑ کی شکل میں منظر عام پر آیا۔ وہ نہ کوئی مولوی تھا نہ ملاں نہ واعظ تھا نہ پیر و مرشد۔ اللہ تعالیٰ نے اسے غلبہ اسلام کے لئے منتخب کر لیا اور اگر سابقون الاوّلون نے کسی وقت شمشیر کے جوہر دکھائے تھے تو اس زمانہ کے مامور کو قلم کے جوہر دکھانے کے لئے چن لیا گیا۔ اس کی تحریروں نے علمی دنیا میں ایک تہلکہ برپا کر دیا۔ اسے درحقیقت عیسائیت کے قلع قمع کے لئے مامور کیا گیا تھا اور وہ جو نعمتیں ہم اوپر بیان کر چکے ہیں وہی اسے بطور ہتھیار دے دی گئیں اور وہ پورے علمی ساز و سامان سے مسلح ہو کر مغرب پر حملہ آور ہوا عیسائیت اس کے سامنے نہ ٹھہر سکی وہ عیسائیت جو مشرق پر حملہ آور ہو رہی تھی شکست کھا کر پیچھے ہٹنے لگی اور اس کے مرکز یعنی مغرب پر بھی اس فرستادہ الٰہی نے بڑے زوردار حملے شروع کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگی ہی میں انہیں ایک ایسا زبردست کارکن عطا فرمایا تھا جس نے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ اور انگریزی میں اس کی تفسیر ایسے شاندار پیرایہ میں لکھ کر شائع کی۔ مفسرین نے جو اسرائیلی روایات اور افسانے اپنی تفسیروں میں درج کئے تھے ان کی بے مائیگی واشگاف الفاظ میں ظاہر کر کے قرآن کریم کا اصل مفہوم واضح کر دیا۔ یہ ایسا کام تھا جو دنیائے اسلام میں صرف اس احمدی مجاہد کے ہاتھ سے سرانجام پایا۔ مرزا غلام احمد صاحب کے اس شاگرد رشید کے قلم سے لکھے ہوئے لٹریچر سے دنیا میں بہت بڑا انقلاب آ گیا۔ علمی دنیا کے نقاط نگاہ بدل گئے اسلام متعلق غلط فہمیاں دور ہو گئیں۔ انہوں نے خدمت اسلام کا ایک وسیع سلسلہ شروع کر دیا اور تمام عمر وہ قرآن کریم کی تبلیغ اور نبی کریم صلعم کی سیرت مختلف طریقوں اور مختلف پیرایوں میں بیان کرتے رہے۔ اور جو کام ایک پوری انجمن دن رات مشغول رہ کر مشکل سے سرانجام دے سکتی تھی اس فرد واحد نے اس خوبی سے سرانجام دیا کہ وہ رہتی دنیا تک انسانی آبادیوں کے لئے ہدایت کا موجب بنا رہے گا۔

ان کا قلم ہر میدان میں دشمنوں کو پامال کرتا رہا۔ حضور نبی کریم صلعم کی سیرت کو انہوں نے نہایت دلآویز پیرایہ میں بیان کیا جس پر پنجاب یونیورسٹی نے ان کو انعام دیا۔ دنیا کی تیئس (23) زبانوں میں اس کے تراجم شائع ہوئے۔

مولانا مرحوم کی زندگی پر ایک مفصل کتاب مجاہد کبیر کے نام سے ہمارے دوست میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی اور ہمارے عزیز حضرت مولانا کے صاحبزادے میاں محمد احمد صاحب نے بڑی محنت اور جانفشانی سے لکھ کر شائع کر دی ہوئی ہے جسے پڑھ کر انسان کا ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور اسلام کے متعلق بڑا علم حاصل ہو جاتا ہے مولاناؒ کے علمی کارناموں کی ایک خصوصیت ہے کہ جس موضوع پر قلم اٹھاتے اسے کمال تک پہنچا دیتے ان کا نام صفحہ ہستی پر ہمیشہ قائم رہے گا۔

ہرگز نمیرد آنکہ دِلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوامِ ما

ہمیں مولانا صاحب کی ذات سے بڑی وابستگی رہی ہے اور کئی دفعہ ان کی علمی مجالس میں ہم نے شرکت بھی کی ہے۔ ان کی ایک ایک حرکت اور ایک ایک ادا تسکین قلب کا باعث بن جاتی تھی۔ ہمیں اپنی لائبریری سے دو کتابچے دستیاب ہوئے جن کو ہم نے بہ تمام و کمال پڑھا اور ان کے پڑھنے سے جو کیفیت ہمارے دل میں پیدا ہوئی اس کا تھوڑا سا پرتو ہم ناظرین کے قلب پر ڈالنا چاہتے ہیں۔ ایک کتابچہ ''نماز اور ترقی کی تین راہیں'' ہے جو 40 صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ دوسرا کتابچہ انگریزی میں ہے اور 170 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا عنوان ہے: The New World Order یعنی نیا نظامِ عالم۔

نماز اور ترقی کی تین راہیں

قرآن کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ قرآن کریم میں دو احکام کی سخت تاکید ہے یعنی اقامت نماز اور ایتائے زکوۃ۔ کم از کم دن میں پانچ دفعہ مسلمان پر نماز کی ادائیگی فرض قرار دی گئی ہے اور زکوۃ بھی ہر صاحب نصاب مسلمان پر فرض ہے۔ مولانا محمد علی صاحب نے مذکورہ بالا پمفلٹ شائع کیا۔ اس پمفلٹ کو لکھنے والے نے اپنے دماغ کی تمام صلاحیتوں سے بھی کام لیا ہے۔

اور وہ قلب کی گہرائیوں میں اتر کر اس کی مخفی استعدادوں کو بھی عمل میں لے آیا ہے۔

حقیقی نماز اور اس کی برکات

مولاناؒ نے اپنے اس کتابچہ میں ایسے معارف سپردقلم کئے ہیں کہ اگر اس نوع کی نماز فی الواقع دوبارہ اس کرہ ارض کے مسلمانوں کا شیوہ بن جائے تو ایک نہایت پاکیزہ اور مطہر معاشرہ ظہور میں آجائے۔ مولٰنا نے اس کتابچہ کو قرآن شریف کی اس آیت سے شروع کیا ہے۔ **انا اعطینٰك الكوثر فصلّ لربك وانحر. ان شانئك هو الابتر.** اس کی خوبصورت تفسیر کی ہے جو کو پڑھ کر انسان وجد میں آجاتا ہے۔ اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ ہم نے انسان کے لئے نعمتوں کی بہت بڑی فراوانی کا سامان مہیا کردیا ہے۔ اور اس فراوانی کے حاصل کرنے کے لئے دو ذرائع بتائے ہیں ایک نماز دوسرا قربانی۔ نماز یوں ذریعہ بنتی ہے کہ اس سے انسان کے اندر نیک خواہشات پیدا ہو جاتی ہیں اور ان نیک خواہشات کے ماتحت انسان نیکی کی طرف رجوع کرتا ہے اور برائی سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ نماز ہی درحقیقت مسلمانوں کی معراج ہے اور حضور نبی کریم صلعم کو معراج ہی کے وقت نماز کا حکم صادر ہوا تھا۔ معاشرہ کی تدوین افراد سے ہوتی ہے نماز ہر ایک فرد کا کردار تعمیر کرتی ہے اور اس طرح تیار شدہ کردار کے افراد مجتمع ہو کر جب کوئی کام سرانجام دینا چاہتے ہیں تو اس سے اخوت اور یگانگت کی آہنی زنجیر تیار ہو جاتی ہے جس کی ہر کڑی بذاتہ بڑی مضبوط اور پائیدار ہوتی ہے جسے دشمن بآسانی نہیں توڑ سکتا یہ زنجیر درحقیقت ایک جماعت ہوتی ہے جو دشمن کے مقابلہ پر ایک آہنی دیوار بن کر کھڑی ہو جاتی ہے۔

غلبہ کا ذریعہ

قرآن کریم نے نماز پر اس لئے بڑا زور دیا ہے کہ وہ اس کے ذریعہ انسان کو دشمن پر غالب کرنے کا سامان مہیا کرتی ہے اور روح کو پگھلا کر خداوند کے سامنے عاجزی و تذلل کا پیکر بنا دیتی ہے۔ مولٰنا نے اپنی اس تصنیف میں لکھا ہے کہ رکوع میں جھکا ہوا انسان جب سبحان ربی العظیم کہتا ہے تو اس کی یہ پاک خواہش ہوتی ہے کہ وہ دنیا میں جائز طریق پر اور قانون کے اندر رہ کر دیگر افراد معاشرہ کا ہمدرد بن کر دنیوی عظمت کو حاصل کرے۔ اس کے بعد جب وہ سجدے میں گر جاتا ہے خاک پر ناصیہ فرسائی کرتا ہے تو اس کی عاجزی اور تذلل انتہائی حد تک پہنچ جاتی ہے اور اس کی زبان سے سبحان ربی الاعلی نکلتا ہے اس میں وہ خدا کو اعلیٰ کہہ کر اپنی اخروی علو کا طالب ہوتا ہے چونکہ یہاں آخرت کی ترقی کی تمنا ہے اس لئے ربی الاعلی کی تعداد کو دگنا کردیا جاتا ہے تا کہ دنیوی عظمت کے مقابل پر اخروی علو کی اہمیت کا اندازہ ہو سکے۔

رکوع و سجود سے فارغ ہو کر جب وہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو یہ قیام کی حالت اس میں استقامت اور عزم راسخ پیدا کردیتی ہے۔

اب وہ جماعتی ترقی کا خواستگار ہو جاتا ہے۔ انفرادی ترقی جن بلند اخلاق سے پیدا ہوتی ہے وہ جھکنے اور انکساری سے کام لینے کے بغیر معرض وجود میں نہیں آتی۔ مگر جماعت کا قیام مستعدی، تیاری، مضبوطی اور استقلال چاہتا ہے۔ نماز میں جب اس قسم کی ترقی کی خواہش دل میں پیدا ہوجاتی ہے تو اس کے حصول کے لئے خداوند تعالیٰ نے نماز کی ہیئت اس طرح بنائی ہے کہ انسانی جوارح روحانی کیفیتوں کے ساتھ ساتھ کام کرنے لگ جاتے ہیں۔ جب وہ زبان سے خدا کی عظمت بیان کر رہا ہوتا ہے تو ساتھ ہی انسان خدا کے سامنے جسمانی طور پر بھی جھک رہا ہوتا ہے۔ جب روحانی ترقی کا جذبہ پیدا ہونے لگتا ہے تو جسم خاک میں مل کر روح کو پگھلا رہا ہوتا ہے۔ اجتماعی ترقی کا جذبہ پیدا ہوا تو جسم بھی کھڑا ہو جاتا ہے اور روح کو مضبوطی سے قائم کرنے کے لئے پاؤں پر کھڑے ہو کر استواری کی سی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔

انفرادی اور اجتماعی ترقی کا تعلق ایک خاص جماعت یا قوم یا مخصوص نظریات کی حامل تنظیم سے ہوتا ہے مگر ان ترقیوں کے ساتھ جب ایک تیسری

ترقی کا تعلق حق وصداقت کی ترقی سے ہے انفرادی واجتماعی ترقیاں بے معنی ہیں۔ اگر اس کے ساتھ حق وصداقت کی ترقی کی خواہش نہ ہو۔ دنیا کی قوموں نے انفرادی واجتماعی میدانوں میں بڑی ترقیاں کیں مگر ان اجتماعی ترقیوں نے ان کے دلوں میں محدود قومیت کا جذبہ پیدا کیا اور وہ دوسری اقوام سے برسرِ پیکار ہونے لگ جاتی ہیں یوں دنیا میں فتنہ وفساد کا دروازہ کھل گیا اور دنیا محشرستان عذاب بن گئی۔

مولٰنا نے اپنے کتابچہ ''نماز اور ترقی کی تین راہیں'' کے صفحہ 48 پر لکھا ہے کہ ہماری آنکھوں کے سامنے فاشسٹ اور نازی جماعتوں کی ترقیاں اس کی بین مثال ہیں جو ترقی کی منتہا پر پہنچ کر گریں کیونکہ ان کے نزدیک طاقت کے سامنے سارے اصول ہیچ ہوگئے اور حق وصداقت کا خیال بھی ان کے دلوں سے نکل گیا۔ یہ تو بہت موٹی مثالیں ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ آج دنیا میں جس قدر ترقی کی خواہش ہے وہ جماعتی ترقی تک محدود ہے اور حق و صداقت کا نام صرف زبانوں پر ہے مگر دلوں میں اس کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ اسلام نے حق اور صداقت کی یا دین کی ترقی کی تڑپ کو نماز کے ذریعہ قلوبِ انسانی کے اندر داخل کرنا چاہا ہے۔ مولٰنا کے قلم اعجاز رقم نے اس کتابچہ میں علم وعرفان کے دریا بہا دیئے ہیں اور بعض قرآنی دعائیں بھی درج ہیں۔ جن کی موزونیت اور دردبھرے انداز بیان سے دلوں میں حق وصداقت کے لئے ایک تڑپ پیدا ہوجاتی ہے۔ جو تڑپ آج سے 13 صد برس پیشتر دلوں کو گرما گئی اور سابقوں الاوّلون کو گرمی رفتار اور گرمی کردار عطا کرگئی جس سے انہوں نے تمام عالم کو تہ وبالا کردیا۔ ہم اس مختصر مضمون میں چند اشاروں پر ہی قناعت کرتے ہیں اصل مضمون اس کتابچہ میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ واضح کردیا گیا ہے۔ ہماری رائے میں مولٰنا کا لکھا ہوا یہ کتابچہ ہر مسلمان کے پاس موجود رہنا چاہیے اور دفتر انجمن سے اسے حاصل کرکے وردِ زبان بنالینا چاہیے اور ایک نئی نماز اور نیا انداز رکوع و سجود و قیام اختیار کرکے ترقی کی منازل طے کرنے کا نیا پروگرام اختیار کر لینا چاہیے۔

نیا نظامِ عالم

مولٰنا کی دوسری کتاب جو اس وقت ہمارے پاس موجود ہے اس کا نام The New World Order یا نیا نظام عالم۔ وہ 170 صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ مولٰنا نے دنیا کے لئے قرآن کریم سے ماخوذ ایک نیا نظام عالم تجویز کیا ہے۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد جب انسانی وحشت، بربریّت، خونخواری نے بےشمار اتلاف جان ومال کرکے انسانیت کو داغدار کردیا تو فاتح اقوام نے اقوامِ عالم کی ایک مجلس قائم کی جس کا نام League of Nations رکھا گیا اس وقت یہ خیال کیا گیا کہ یہ امن اور سلامتی کی ضامن ہوگی۔ مگر اس مجلس نے اپنے پہلے ہی اجلاس میں جو دستاویزات تیار کیں۔ وہ تباہی اور بربادی کی دستاویزات تھیں اور اس میں مفتوحین سے ایسا سلوک تجویز کیا گیا کہ گویا وہ انسان کی نسل کشی کا ایک اجازت نامہ تھیں۔ مفتوحین پر ظلم ہوتے رہے۔ ان کے مال ودولت کا استحصال جاری ہوگیا۔ ان پر مظالم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے جس سے ان کے اندر انتقام کے خوفناک جذبات ابھرنے لگے اور فاتحین کے اندر رقابتیں پیدا ہوگئیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ایسا نظام عام سطح زمین پر معرض وجود میں آیا جس کے خدوخال دیکھ کر صحرا کے سانپوں اور بچھوؤں اور جنگل کے درندوں اور بھیڑیوں کو شرم آنے لگی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ 20 سال کے قلیل عرصہ کے اندر ایک اور ہولناک جنگ کی آگ بھڑک اٹھی جس میں لاکھوں اور کروڑوں انسان ہلاک ہوئے، بستیاں اجڑ گئیں اور بڑے بڑے شہر مسمار ہوگئے، تہذیب کے علمبرداروں نے اتنی موٹی سی بات نہ سمجھی کہ جس نظام کی بنیاد خودغرضی، حسد اور باہمی رقابت اور مسابقت پر ہو اور جس میں اخلاقی اقدار کی مٹی پلید کی گئی ہو وہ نظام کبھی قائم نہیں رہ سکتا اس جنگ کی ہولناکیوں اور سابقہ جنگ کی مابعد تلخیوں کے باوجود اقوام عالم نے کوئی سبق نہ سیکھا اور نظام عالم نمبر 2 کی بنیادیں بھی غیر اخلاقی نظریات پر رکھ دی گئیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب پھر رقابتیں سر نکال رہی ہیں اور جنگ کے شعلے تمام اطراف واکناف عالم میں بھڑک رہے ہیں۔ پہلے جنگ کے وقت اسلام

کوئی بڑی طاقت نہ تھی مگر اس وقت اسلامی ممالک کے اندر بھی ترقی کی ایک روح پیدا ہو چکی ہے اور ان کے باشندوں کے قلوب میں اپنی ترقی کے ولولے ابھر رہے ہیں عیسائی حکومتوں کے ہر دو بلاک آپس میں سخت اختلاف رکھنے کے باوجود اسلام کے خلاف صف آراء ہیں۔

اسلامی نظام کی خصوصیات

حضرت مولانا کا خیال تھا کہ تیسری جنگ کے سامان ابھی سے پیدا ہو رہے ہیں۔ یہ الفاظ انہوں نے 1944ء میں کہہ دیئے تھے اور یہ بھی لکھا تھا کہ یہ تیسری جنگ انسانیت کو بھسم کر کے رکھ دے گی۔ یہاں آ کر وہ اسلامی نظام کی وکالت کرتے اور فرماتے ہیں کہ اسلام کا نظام محدود قومیت پر مبنی نہیں وہ تمام انسانیت کو ایک برادری میں پرو دینا چاہتا ہے ان کی رائے میں نسلِ انسانی ایک ایسی وحدت ہے جسے انسانوں کا ایک کنبہ کہنا چاہیے کنبہ کے تمام افراد اور ارکان ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں جس سے اس کنبہ کی اجتماعی قوت بڑھ جاتی ہے۔ مولانا کے دل کی تڑپ یہ ہے کہ دنیا کو اس حقیقت کبریٰ سے آشنا کر دیا جائے کہ عالمِ انسانی میں آئندہ امن کا ضامن صرف اسلام ہے اور اسلام کو دنیا کے نہ کسی خطے اور نہ کسی انسانی گروہ سے عناد ہے بلکہ جس طرح تمام مخلوق خدا کی ذات سے وابستہ رہ کر زندہ رہ سکتی ہے، اسی طرح نسلِ انسانی کی بھی حالت ہے کہ اس کی تمام ترقیاں اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ نظام سے وابستہ ہیں۔ اسلام اس قدر وسیع ہے جس قدر کہ خود انسانیت۔ قرآن کریم بائیبل کی طرح صرف وعظ کی کتاب نہیں وہ فی الواقعہ مکمل ضابطہ حیات ہے اور اب انسانوں کے درمیان مستقل امن قائم کر دے گا صرف ایک ہی ذریعہ باقی رہ گیا ہے اور وہ اسلام کے اصولوں پر ایک عالمی معاشرہ کا قیام ہے۔

اسلام کی ساری بنیاد اخلاق پر ہے اور اخلاق اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک جسم سے زیادہ انسان روح کی پرورش کی طرف مائل نہ ہوا اور اس پرورش کا سارا دارومدار خدا کی ذات پر ایمان قائم کرنا ہے۔ قرآن کریم کی ابتداء ہی میں ایمان بالغیب پر زور دیا گیا ہے اور اعلان کیا گیا ہے کہ یہ کتاب صحیح اور سچے اصولوں پر قائم ہے یہ انسان کو یہاں اور وہاں کی زندگی کے تمام کوائف اور زندگی بسر کرنے کے قواعد وضوابط بھی بیان کرتی ہے اور نبی کریم صلعم کی ذات میں ایک مکمل نمونہ تیار کر کے اس پر عمل پیرا ہونے کی مثال بھی قائم کر کے دکھلا دیتی ہے اور بتلاتی ہے کہ یہاں جو کچھ بیجو گے وہی وہاں جا کر کاٹو گے۔ سارے قرآن کریم میں بارہا طرح طرح کے دلائل دے کر انسان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ تمہارے باطن میں ہر وقت خدا کا خوف موجود رہنا چاہیے۔ مگر اس خوف کی بنیاد خدا کی محبت پر رکھی گئی ہے نہ کہ غضب پر۔ جس طرح انسان اپنے کسی محبوب کا تیور ذرا بدل جانے سے گھبرا اٹھتا ہے اور اس کے متعلق دل میں اس کی برہمی کا خوف پیدا ہوتا ہے مگر وہ خوف اس طرح کا خوف نہیں جو کسی دشمن کے دل میں پیدا ہو یا محض کسی کی طاقت سے مرعوب ہو کر انسان ہراساں ہو جائے یہ خوف محبوب کی ناراضگی ہی کا خوف ہے اپنے محسن سے احسان فراموشی کا خوف ہے۔ پس اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو۔ بڑا پختہ علی وجہ البصیرت ایمان ہو اس ایمان کے ساتھ محبت کی چاشنی ہو اس کے احکام کی بجا آوری میں لذت آتی ہو اس کی عبادت میں ذوق وشوق سے محویت پیدا ہو۔ تب جا کر **لا خوف علیهم ولا هم یحزنون** کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

ہم ان چند سطور پر اکتفا کر کے اس کو یہیں ختم کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مولانا کی ان مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور ان کا تجویز کردہ نیا نظام عالم جو ان کی قرآن بصیرت وفراست پر مبنی ہے سارے عالم میں کامیابی کے ساتھ نافذ ہو مکمل امن وامان کی فضا ہو اور مسلمان اس قابل ہو جائیں کہ وہ باقی دنیا کو بھی خدا کا پیغام پہنچا سکیں اور جنگ کی ہولناکیوں اور ہلاک آفرینیوں سے اس کرہ ارض کو پاک کر سکیں اور یہی وہ وقت ہوگا جب خدا کی بادشاہت زمین پر اتر آئے گی اور **اشرقت الارض بنور ربها** کا سماں پیدا ہو جائے گا۔ اے خدا ہمارے ملک کو بھی اور باقی دنیا کو بھی امن عطا فرما۔ اور انسانوں کے دلوں کو سرکشیوں کے زہر سے پاک کر دے تا کہ وہ تیرے آستانہ پر نہایت خضوع اور انکسار سے گر کر شیطان سے پناہ مانگتے رہیں، اے خدا تو ہمیشہ ان کا حامی وناصر ہو تا کہ لوگ تیرے محبوب رسول کی پیروی کرنے لگ جائیں اور انہیں قرآن کریم پر عمل کرنے کی توفیق ملے۔ آمین۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے UK جماعت کے دورہ کی تصویری جھلکیاں

گیٹ ویک ایئرپورٹ پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ
کا UK جماعت کے نمائندوں کا استقبال

آمد کے فوراً بعد ویمبلے دارالسلام میں
حضرت امیر ایدہ اللہ خطبہ جمعہ دیتے ہوئے

محترمہ جمیلہ خان صاحبہ فیملی ڈے کا افتتاح کر رہی ہیں
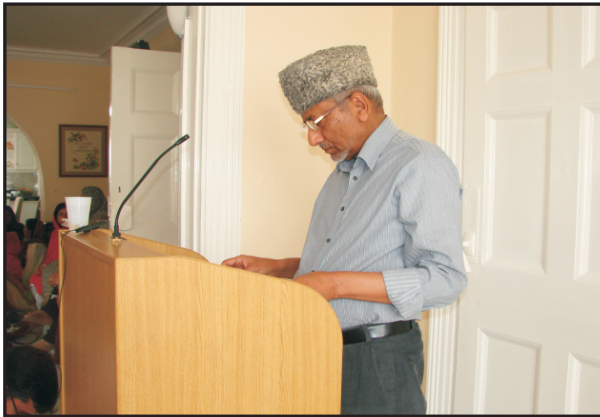
سید ناصر احمد صاحب تلاوت قرآن مجید سے پروگرام کا آغاز کرتے ہوئے
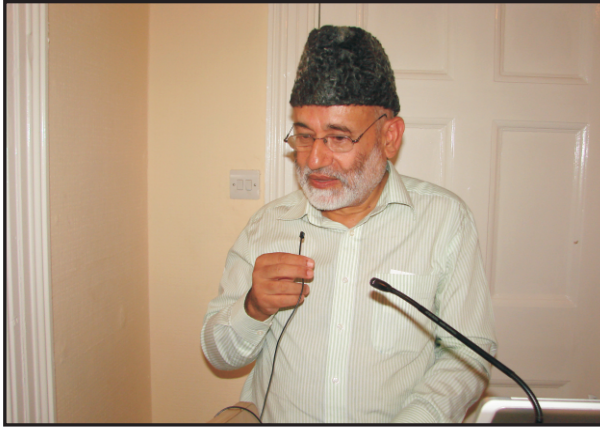
حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نماز کے آداب پر لیکچر دیتے ہوئے
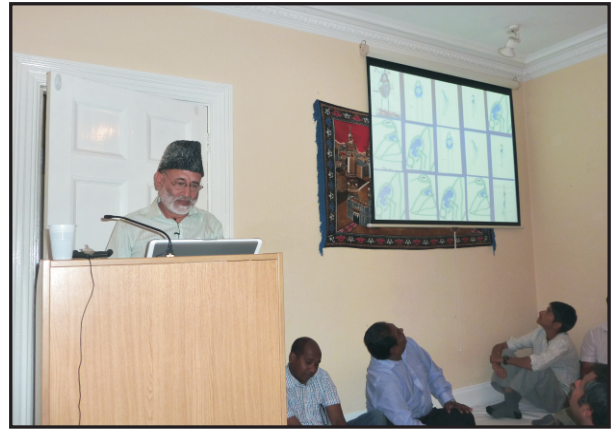
حضرت امیر ایدہ اللہ لیکچر کا ایک منظر

پروگرام میں شامل مرد حضرات کا ایک منظر

پروگرام میں شامل خواتین کا ایک منظر

فیملی ڈے میں تقاریر کرنے والے بچوں کو
حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ انعامات سے نوازتے ہوئے
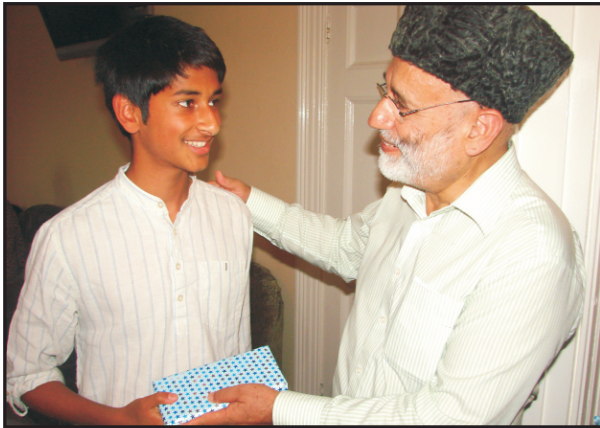
فیملی ڈے پروگرام میں شامل شرکاء کے گروپ فوٹو کے مختلف مناظر

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ محترمہ جمیلہ خان صاحبہ ان کے بیٹے اور نواسہ کے ساتھ

مختصر حالات زندگی

حضرت امیر ڈاکٹر اصغر حمید رحمتہ اللہ علیہ

مرحوم امیر ڈاکٹر اصغر حمید صاحب 1919 میں لاہور میں پیدا ہوئے ۔ پرائمری اور ثانوی تعلیم اپنے آبائی شہر امرتسر میں حاصل کی ۔MAO ہائی سکول امرتسر سے 1933 میں میٹرک پاس کیا وہیں سے Fsc پاس کر کے اعلیٰ تعلیم کے لئے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہوئے ۔ 1937 میں حساب میں آنرز کرنے کے ساتھ ڈگری حاصل کی اور 1939 میں پنجاب یونیورسٹی سے حساب میں MA کیا ۔ آپ انجینئرنگ کالج لاہور میں حساب کے لیکچرر تعنیات ہوئے اور یہیں سے برطانیہ کی Edenberg یونیورسٹی سے حساب میں Ph.D کرنے کے لئے گئے

1947 میں آپ نے Ph.D مکمل کیا۔ 1961 میں جب انجینئرنگ کالج لاہور کو یونیورسٹی کا درجہ دیا گیا تو آپ کو شعبہ حساب کا Dean مقرر کیا گیا۔ اور اس عہدہ پر آپ نے 1979 تک کام کیا۔ آج پاکستان میں آپ کے لاتعداد شاگرد بہت اہم عہدوں پر فائز ہیں ۔ اور وطن کی خدمت کر رہے ہیں ۔

ریٹائرمنٹ کے بعد اپنی زندگی کو خدمت سلسلہ احمدیہ کے لئے مکمل طور پر وقف کر دیا۔ درس قرآن ، خطبہ جمعہ اور پیغام صلح کے لئے لکھنا ان کا روزمرہ کا کام تھا۔ آپ نے مجدد دوران مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد قادیانی رحمتہ اللہ علیہ کی عربی تصنیف کتاب البریہ کا انگریزی میں ترجمہ کیا اور مسیح موعودؑ کی تحریروں میں پائے جانے والے عربی الفاظ کی ایک گائیڈ لغت ترتیب دی تا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی عربی کتب کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ درس قرآن میں مولانا محمد علی صاحبؒ کی تفسیر کو مدنظر رکھتے

جماعت احمدیہ لاہور اور حضرت امیر مرحوم کی اولاد کو اس سانحہ سے جو صدمہ پہنچا وہ بہت بڑا تھا۔ اس کی تلافی ممکن نہیں ۔ آپ جماعت احمدیہ لاہور کی تیسرے امیر وصدر مرحوم حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد 1996 میں جماعت کے امیر منتخب ہوئے ۔ آپ نے انتہائی نازک حالات میں جماعت کی باگ ڈور سنبھالی اور 6 سال تک خون جگر سے جماعت کی آپ یاری کی ۔

آپ کا عزم ، مردم شناسی اور دور اندیشی تھی جس نے جماعت کی رہنمائی کی اور اسے متحد رکھا اور ترقی دی۔ قرآن کریم ، سنت نبوی ﷺ اور احادیث مبارکہ سے ہر لمحہ اور ہر آن رہنمائی حاصل کرنے کا نہ صرف مشورہ دیتے تھے بلکہ خود بھی ہر لمحہ انہی کی روشنی میں فیصلے کرتے اور زندگی گذارتے اور یہی ان کی کامیاب رہنمائی کا راز تھا۔ قرآن پاک ، احادیث مبارکہ کا مطالعہ کثرت سے کرتے تھے. جو بھی ان سے ملنے جاتا ان کی وسعت علم سے فیض یاب ہو کر آتا ۔ آپ کو جماعت کی مضبوطی ، ترقی کی اس قدر فکر تھی کہ یہی ایک موضوع وہ اکثر احباب کے سامنے رکھتے اور سلسلہ کی ترقی کے لئے دن رات کوشاں رہتے اور دوسروں کو بھی کوشاں رہنے کی تلقین کرتے ۔

آپ نہایت صاف گو اور مخلص دوست تھے ۔ درگذر کرنا اور معاف کر دینا آپ کا شیوہ تھا دوستوں کو ان کی زیادتیوں کے باوجود نیکی اور ہمدردی سے اور خیر خواہی سے پیش آنا ، دامے درمے ان کی مدد کرنا ، ان کی شخصیت کے وہ رخ ہیں ، جس کی غیر از جماعت دوستوں اور چاہنے والوں اور شاگردوں میں ان کی وفات کی کمی کو ایک عرصہ دراز تک محسوس کی جاتی رہے گی ۔

اندرون ملک کے علاوہ بیرونی جماعتوں امریکہ ، یورپ جرمنی ، پولینڈ ، فرانس ، ہالینڈ ، نیوزی لینڈ ، آسٹریلیا ، کینڈا انڈونیشیا ، فجی ، گیانا ، تما جماعتوں میں بے حد مقبول تھے اور ہر دینی اور جماعتی معاملہ میں وہ آپ کی رہنمائی اور فیصلہ کے منتظر رہتے تھے ۔ آپ کی قائدانہ صلاحیتوں اور بصیرت کی وجہ سے ہی بیرونی جماعتوں نے بے حساب ترقی کی ۔

آپ کی وفات سے جو نقصان عظیم ہوا ہے اس کا اثر نہ صرف ان کے خاندان پر بلکہ جماعت احمدیہ لاہور کی تمام دنیا میں پھیلی ہوئی شاخوں محسوس کیا جا رہا اور شاید عرصہ دراز تک محسوس کیا جاتا رہے گا ۔

قانون قدرت ہے کہ جو یہاں آتا ہے وہ کسی روز چلا بھی جاتا ہے ۔ یہ جہاں سرائے فانی ہے ۔ یہاں کسی کو دوام نہیں ، احمدیہ انجمن لاہور کے چوتھے امیر اور صدر ڈاکٹر اصغر حمید MA.Ph.D ۔ 14 اکتوبر 2002 کو 3:00 بجے

صبح اپنے معبود حقیقی سے جا ملے۔ یہ خبر آناً فاناً اندرون ملک کی تمام جماعتوں اور بیرون ملک تمام شاخوں میں پہنچ گئی اور جماعت کے تمام احباب وخواتین میں غم واندوہ اضطراب اور بے چینی پیدا کی۔ ہر ایک کی زبان پر ایک ہی کلمہ تھا ’’ہم جس کی طرف آئے ہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے‘‘

آپ کی وفات سے تحریک احمدیہ کو جو صدمہ پہنچا اس کا بیان کرنا اور تمام دنیا میں پھیلے ہوئے جماعت کے ممبران کو جو غم ہوا اس کا بیان کرنا یا ان کی سلسلہ کی خدمات کا ان کالموں میں احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ لیکن یہ بات بلاشبہ درست ہے کہ ان جیسا مخلص اور سچا احمدی ثابت قدم اور حوصلے والا شخص، بے غرض اور بے لوث انسان، متواضع، منکسر المزاج اور محبوب لیڈر جماعت کو راہنمائی کے لے دوبارہ ملنا ناممکن نہیں تو آسان بھی نہیں۔

دستکاری خواتین

ہر سال مرکز میں تنظیم خواتین کے زیر اہتمام نہایت خوبصورت دستکاری کی نمائش بھی کی جاتی ہے۔ ان اشیاء کے فروخت سے ملنی والی رقم دینی اور فلاحی کاموں پر خرچ کی جاتی ہے۔

گذشتہ سال دستکاری کی نمائش میں رکھی گئی اشیاء بہت خوبصورت اور بیش قیمت تھیں۔ اس وجہ سے نمائش نہایت کامیاب اور قابل تحسین تھی۔ یہ لائق فخر کامیابی صرف احمدی بہنوں اور بچیوں کے تعاون اور محنت سے ممکن ہوئی۔

اس سال بھی آپ سب سے درخواست ہے کہ دستکاری کی نمائش کو گذشتہ سال سے بڑھ چڑھ کر کامیاب بنائیں۔ اس میں خود بھی حصہ لیں اور دوسری بہنوں کو بھی ترغیب دلائیں۔

شکریہ
آپ کے تعاون کی منتظر
بشریٰ علوی
سیکرٹری دستکاری خواتین

جماعتی خبریں

درخواست دعا

دارالسلام، لاہور

محترم جناب ارشد علوی صاحب اللہ کے فضل و کرم سے دل کے کامیاب آپریشن کے بعد بخیر و عافیت گھر منتقل ہو چکے ہیں۔ احباب جماعت سے درخواست ہے کہ مکمل صحت یابی کے لئے انہیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

دارالسلام، لاہور

محترم جناب چوہدری ریاض احمد صاحب (اسسٹنٹ سیکرٹری مرکزی احمدیہ انجمن لاہور و صدر مقامی جماعت لاہور) پراسٹیٹ کے کامیاب آپریشن کے بعد بخیر وعافیت گھر منتقل ہو چکے ہیں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ مکمل صحت یابی کے لئے ان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

درج ذیل احباب بھی علیل ہیں دعا کی درخواست ہے

قاری ارشد محمود صاحب (دارالسلام) مدثر عزیز صاحب (دارالسلام)

چوہدری ایاز حیات صاحب (دارالسلام) ہارون جاوید صاحب (دارالسلام)

خصوصی دعا

تمام قارئین سے درخواست ہے کہ وطن عزیز کی سلامتی، امن اور ترقی کی دعا کو خصوصی طور پر اپنی دعاؤں کا حصہ بنائیں۔

☆☆☆☆☆

مباحثہ دہلی

از: محترمہ جسارت نذر رب صاحبہ (ایم۔اے)

’’مناظرات اور مباحثات اگر خلوص نیت سے اور نفسانی جذبات سے علیحدہ ہوکر اور فتح کے خیال کو بلائے طاق دیکھ کر محض اس مقصد کے پیش نظر کئے جائیں کہ تا حق ظاہر ہوجائے اور حق کو اختیار اور باطل سے اجتناب کیا جائے تو ایسے مناظرات نہ صرف مفید بلکہ انسانی علمی ترقی کے لئے نہایت ضروری ہیں۔قرآن مجید سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور مامورین کو بھی بسا اوقات اپنے مخالفین سے مباحثات کرنے پڑے۔حضرت ابراہیمؑ کا اپنی قوم اور ایک بااختیار بادشاہ سے مباحثہ کرنا قرآن مجید میں مذکور ہے ۔ اسی طرح حضرت موسیٰ اور فرعون اور ساحروں سے اور حضرت نوح کا اپنی قوم سے مکالمات کا ذکر قرآن مجید کے متعدد مقامات میں آتا ہے۔انبیاء اور مامورین کی اسی سنت کے مطابق حضرت مسیح موعود و مہدی معہودؑ نے بھی اپنے مخالفین سے مناظرات کئے‘‘ (روحانی خزائن جلد نمبر 4۔صفحہ 3-4)

اس وقت میں صرف مباحثہ دہلی کا ذکر کروں گی ۔ جو اکتوبر 1891 دہلی میں ہوا۔1891ء وہ سال ہے جب حضرت مرزا صاحب نے مسیح موعود ہونے کا دعوی فرمایا۔اور یہ اعلان کیا کہ جس مسیح ابن مریم کی مسلمان بموجب حدیث دوبارہ آنے کا عقیدہ رکھتے ہیں وہ مسیح فوت ہو چکا اور خدا کے حکم کے تحت میں اس زمانہ کا امام و مسیح ہوں۔اس پر مخالفین خصوصاً اہل حدیث کے سرگروہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے وہ شور مچایا کہ الحفیظ والاماں۔محمد حسین وہ نامور محدث تھے جنہوں نے براہین احمدیہ کی اشاعت پر حضرت مرزا صاحب کے متعلق بہترین توصیفی بیان دیا تھا۔ لیکن اب وہی محمد حسین بٹالوی مسیح موعود کے دعوی پر مخالفین کے راہنما بن کر فتنہ و فساد کا موجب بنے۔اس فتنہ کے ازالہ کے لئے پہلے حضرت مسیح موعود نے لدھیانہ میں بذریعہ خط و کتابت اور اشتہار مباحثہ کے لئے کوشش کی مگر مولوی محمد حسین اور دیگر علماء کسی نہ کسی طرح ٹال مٹول کر کے آپ کی شرائط سے انحراف کرتے رہے اور تحریری یا زبانی مباحثہ کی کسی شرط پر قائم نہ رہے۔البتہ اپنی شرائط کو بدل بدل کر مختلف جگہوں پر کبھی لاہور کبھی امرتسر اور کبھی لدھیانہ میں بحث مباحثہ اور جلسوں کی تاریخیں دیتے رہے۔لیکن حضرت صاحب ان سے متفق نہ ہوئے بلکہ جواباً صرف تحریری بحث پر آمادگی ظاہر کی اور کہا کہ:

’’پرچے صرف دو ہوں گے اور موضوع مباحثہ یہ ہوگا کہ میں مثیل مسیح ہوں اور یہ کہ حضرت مسیح ابن مریم وفات پا چکے ہیں۔‘‘

مگر مولوی صاحب کسی بات پر آمادہ نہ ہوئے بلکہ ہر جگہ لوگوں کو حضرت مسیح موعود کے خلاف آکسایا اور بھڑکایا۔حضرت مرزا صاحب چاہتے تھے کہ کسی بارسوخ اور بااثر عالم سے آپ کا حیات و وفات مسیح اور آپ کے دعوے پر مباحثہ ہوجائے تا عامتہ الناس کو حق و باطل میں امتیاز کا موقع مل سکے۔اس لئے آپ نے تمام علماء کو بذریعہ اشتہار دعوت مناظرہ دی۔مگر پنجاب کے علماء ایسے مباحثہ کے لئے تیار نہ ہوئے۔جس سے عامتہ الناس حق و باطل میں امتیاز کر سکیں۔تو حضورؑ نے دہلی جانے کا ارادہ فرمایا۔کیونکہ اس وقت علم دین کے لحاظ سے ایک علمی مرکز کی حیثیت رکھتا تھا۔اور وہاں سید نذیر حسین صاحب جو علماء وحدیث کے استاد اور شیخ الکل کہلاتے تھے اور شمس العلماء مولوی عبدالحق صاحب مولف تفسیر حقانی وغیرہ مشہور علماء رہتے تھے۔آپ نے خیال فرمایا کہ شاید وہاں اتمام حجت اور عام لوگوں کو حق معلوم کرنے کا موقع مل جائے۔اس لئے آپ قادیان سے لدھیانہ تشریف لے گئے ۔ جہاں ایک ہفتہ قیام فرما کر اپنے مخلص احباب کے سمیت عازم دہلی ہوئے۔اور کوٹھی لوہارو بلیماراں میں قیام فرما ہوئے اور 2 اکتوبر 1891ء کو آپ نے ایک اشتہار بعنوان ذیل شائع فرمای۔(روحانی خزائن جلد نمبر 4 صفحات 13،14)

’’ایک عاجز مسافر کا اشتہار قابل توجہ جمیع مسلمانان انصاف شعار و حضرت علماء نامدار‘‘

اس اشتہار میں حضورؑ نے اپنے عقائد تحریر فرما کر مسئلہ حیات و وفات مسیح ابن مریم اور اپنے دعوے کا ذکر فرمایا اور لکھا کہ اگر سید نذیر حسین یا مولوی عبدالحق

صاحب مسئلہ وفات مسیح میں مجھے ملحد یا میرے قول کو خلاف قال اللہ وقال الرسول خیال کرتے ہیں تو ان کا فرض ہے کہ عامتہ خلائق کو فتنہ سے بچانے کیلئے اس مسئلہ پر اس شہر دہلی میں میرے ساتھ بحث کرلیں۔ شرطیں صرف تین ہوں گی۔

(۱): امن قائم رکھنے کے لئے خود سرکاری انتظام کرادیں یعنی ایک انگریز افسر مجلس بحث میں موجود ہو۔

(۲): دوسرے یہ کہ بحث تحریری ہو۔ سوال و جواب مجلس بحث میں رکھے جائیں۔

(۳): تیسری شرط یہ ہے کہ بحث وفات و حیات مسیح پر ہو اور کوئی شخص قرآن وحدیث سے باہر نہ جائے۔

اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد مولوی عبدالحق صاحب حضرت مسیح موعود سے ملاقات کر کے معذرت کر گئے کہ میں ایک گوشہ نشین آدمی ہوں اور ایسے جلسوں سے جن میں عوام کے نفاق اور شقاق کا اندیشہ ہو طبعاً ناکارہ ہوں۔ دوسری طرف مولوی محمد حسین بٹالوی بھی دہلی پہنچ کر فخریہ انداز میں اپنے علمیت اور فضیلت کا اعلان کر رہا تھا۔ اور ایک اشتہار میں حضرت مسیح موعود کے متعلق لکھا کہ ''یہ میرا شکار ہے کہ بدقسمتی سے پھر دہلی میں میرے قبضہ میں آ گیا اور میں خوش قسمت ہوں کہ بھاگا ہوا شکار مجھے پھر مل گیا''

اس طرح مولوی محمد حسین بٹالوی لوگوں کو آپ کے خلاف بھڑکاتا رہا۔ چنانچہ حضور نے 6 اکتوبر کو اشتہار بمقابل سید نذیر حسین سرگودھا اہلحدیث شائع کیا۔ اس میں آپ نے مولوی عبدالحق کو چھوڑتے ہوئے مولوی سید نذیر حسین اور ان کے شاگرد محمد حسین بٹالوی صاحب کا ذکر کر کے تحریر فرمایا کہ:

''اگر ہر دو مولوی صاحب موصوف حضرت مسیح ابن مریم کو زندہ کہنے میں حق پر ہیں تو میرے ساتھ بپابندی شرائط مندرج اشتہار 2 اکتوبر 1891ء بالاتفاق بحث کریں''۔ (روحانی خزائن جلد نمبر 4 صفحہ نمبر 15)

اور اتمام حجت کی غرض سے حضور نے یہ بھی لکھ دیا کہ اگر مولوی سید نذیر حسین کسی انگریز افسر کے جلسہ بحث میں مامدر کرانے سے ناکام رہے تو اس صورت میں بذریعہ اشتہار حلفاً اقرار کریں کہ ہم خود قائمی امن کے ذمہ دار ہوں گے۔ اور اگر کوئی خلاف تہذیب و ادب کوئی کلمہ منہ پر لاوے گا تو فی الفور اس کو مجلس سے نکال دیں گے۔ صرف اسی صورت میں یہ عاجز مولوی صاحب کی مسجد میں بحث کے لئے حاضر ہو سکتا ہے۔''

اس 6 اکتوبر کے اشتہار کے شائع ہونے کے بعد مولوی سید نذیر حسین کے شاگردوں نے خود ہی ایک تاریخ معین کر کے ایک اشتہار شائع کر دیا کہ فلاں تاریخ کو بحث ہوگی۔ پھر حضرت مسیح موعود کو اس کی اطلاع نہ دی۔ اور بحث کے مقررہ وقت پر حضور کے پاس ایک آدمی بھیج دیا کہ بحث کے لئے چلیئے۔ مولوی نذیر حسین بحث کے لئے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

دوسری طرف حضور کے خلاف لوگوں کو سخت بھڑکایا گیا۔ اور جلسہ کی غرض بھی بلوہ کر کے حضور کو ایذا پہنچانا تھا۔ حضور ایسے حالات میں بغیر شرائط طے کئے جلسہ میں شامل نہ ہو سکتے تھے اور لوگوں میں یہ مشہور کر دیا گیا کہ مرزا صاحب بحث میں حاضر نہیں ہوئے اور گریز کر گئے ہیں۔ اور شیخ الکل سے ڈر گئے ہیں اب حضرت صاحب نے 17 اکتوبر 1891ء کو ایک اور اشتہار بدیں عنوان شائع کیا:

''اللہ جل شانہ کی قسم دے کر مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب کی خدمت میں بحث حیات و ممات مسیح ابن مریم کے لئے درخواست''

اس اشتہار میں حضور نے ان کے جھوٹے فرار از بحث کے الزام کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا۔

''یکطرفہ جلسہ میں شامل ہونا اگرچہ میرے پر فرض نہ تھا کیونکہ میری اتفاق رائے سے وہ جلسہ قرار نہ پایا تھا اور میری طرف سے ایک خاص تاریخ میں حاضر ہونے کا وعدہ بھی نہ تھا مگر میں نے پھر بھی حاضر ہونے کی تیاری کر لی تھی۔ لیکن عوام کے مسفدانہ حملوں نے ناگہانی طور پر کئے گئے اس دن حاضر ہونے سے مجھے روک دیا۔ صدہا لوگ اس بات کے گواہ ہیں کہ اس جلسہ کے عین وقت میں مفسد لوگوں کا اس قدر ہجوم میرے مکان پر ہو گیا کہ میں ان کی وحشیانہ حالت کو دیکھ کر اوپر زنانہ میں چلا گیا۔ آخر وہ اسی طرف آئے اور گھر کے کواڑ توڑنے لگے اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ بعض آدمی زنانہ مکان میں گھس آئے۔

ایک جماعت کثیر نیچے گلی میں بھی کھڑی تھی جو گالیاں دیتے تھے اور بڑے جوش سے بدزبانی کا بخار نکالتے تھے۔ بڑی مشکل سے خدا کے فضل و کرم سے ان سے رہائی پائی۔ پس ایک طرف عوام کو ورغلا کر اور ان کو جوش دہ تقریر سنا کر میرے گھر کے اردگرد کھڑا کر دیا۔ اور دوسری طرف مجھے بحث کے لئے بلایا اور پھر نہ آنے پر جو موانع مذکورہ کی وجہ سے تھا۔ شور کر دیا کہ گریز کر گئے۔''

اب میں بفضل خدا اپنی حفاظت کا انتظام کر چکا ہوں اور بحث کے لئے تیار بیٹھا ہوں''۔ مگر بحث تحریری ہوگی۔

اس کے بعد 20 اکتوبر 1891ء کو جامع مسجد دہلی میں مجلس کا انعقاد ہونا قرار پایا۔ اور حفظ امن کے لئے پولیس کا بھی انتظام ہو گیا۔ چنانچہ اس دن حضرت مسیح موعود مع اپنے بارہ اصحاب کے جامع مسجد دہلی کے بیچ محراب میں جا بیٹھے۔ جامع مسجد میں اس روز بے پناہ ہجوم تھا۔ ایک سو سے زائد پولیس کے سپاہی اور ان کے ساتھ ایک یورپین افسر بھی آ گئے۔ پھر مولوی سید نذیر حسین صاحب مع مولوی بٹالوی صاحب وغیرہ کے تشریف لائے جنہیں ان کے شاگردوں نے ایک دالان میں جا بیٹھایا۔ حضرت مسیح موعود نے سید نذیر حسین صاحب جو علماء اہلحدیث کے استاد اور شیخ الکل کہلاتے تھے کو رقعہ بھیجا کہ بمطابق اشتہار 17 اگست مجھ سے بحث کریں۔ یا قسم کھالیں کہ میرے نزدیک مسیح ابن مریم کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا قرآن وحدیث سے یقینی ثابت ہے۔ اس قسم کے بعد اگر ایک سال تک اس حلف دروغی کے بد اثر سے محفوظ رہیں تو آپ کے ہاتھ پر میں توبہ کرلوں گا۔ مگر شیخ الکل نے دونوں طریقوں میں سے کسی طریق کو منظور نہ کیا اور حیات ووفات مسیح پر بحث کرنے سے قطعی طور پر انکار کر دیا۔ اور اپنے آدمیوں کی معرفت سٹی مجسٹریٹ کو کہلا بھیجا کہ یہ شخص عقائد اسلام سے منحرف ہے۔ جب تک یہ شخص اپنے عقائد کا ہم سے تصفیہ نہ کرے، ہم وفات وحیات مسیح کے بارہ میں ہرگز بحث نہ کریں گے۔ یہ تو کافر ہے اس لئے کافروں سے بحث کرے۔

اس جلسہ میں خواجہ محمد یوسف صاحب رئیس ووکیل آنریری مجسٹریٹ علی گڑھ بھی موجود تھے۔ انہوں نے حضور سے کہا کہ جو عقائد آپ کی طرف از راہ افترا منسوب کئے جاتے ہیں۔ آپ مجھے ایک پرچہ پر لکھ دیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے عقائد کے بارہ میں ایک پرچہ لکھ دیا اور خواجہ صاحب کو دے دیا سے انہوں نے سپرنٹنڈٹ پولیس کو بلند آواز سے سنایا اور تمام معزز حاضرین نے جو نزدیک تھے سن لیا۔ مگر شیخ الکل اپنی ضد سے باز نہ آئے اور حیات ووفات مسیح پر بحث کرنے سے انکار کرتے رہے۔ تب سپرنٹنڈٹ پولیس نے اس کشمکش سے تنگ آ کر اور لوگوں کی وحشیانہ حالت اور کثرت عوام کو دیکھ کر خیال کیا کہ اب بہت دیر تک انتظار کرنا اچھا نہیں لہذا عوام کی جماعت کو منتشر کرنے کے لئے حکم سنا دیا کہ چلے جاؤ بحث نہیں ہوگی۔ اس کے بعد سید نذیر حسین صاحب مع اپنے رفقاء کے مسجد سے نکلے اور بعد میں حضرت مسیح موعود اور آپ کے اصحاب (روحانی خزائن جلد نمبر 4 صفحات 16 تا 18)

مولوی محمد بشیر سہسوانی سے مباحثہ

جب شیخ الکل اور دوسری علماء کا حیات ووفات مسیح پر مباحثہ کرنے سے انکار اور فرار سب لوگوں پر واضح ہو گیا تو دہلی والوں نے مولوی محمد بشیر سہسوانی کو جو ان دنوں بھوپال میں ملازم تھے مباحثہ کے لئے بلایا۔ جس نے خلاف مرضی شیخ الکل اور مولوی محمد حسین بٹالوی اور دیگر علماء حیات ووفات مسیح پر بحث کرنا منظور کر لیا۔

مولوی محمد بشیر صاحب نے حیات مسیح ثابت کرنے کے لئے چار آیات پیش کیں۔ جن کو حضورؑ نے قرآن مجید کی کئی آیات پیش کر کے باطل ثابت کر دیا۔ الغرض جو شخص مباحثہ دہلی کو بغور پڑھے گا اس پر صاف کھل جائے گا کہ علماء کے ہاتھ میں حیات مسیح ثابت کرنے کے لئے قطعی کوئی دلیل نہیں۔ نہ کوئی آیت نہ کوئی حدیث۔

یہ مباحثہ اللہ کے فضل سے بہت سے لوگوں کی ہدایت کا باعث ہوا چونکہ میاں نذیر حسین صاحب اور ان کے شاگرد مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب اور دیگر علماء دہلی حیات ووفات مسیح کے مسئلہ پر بحث کرنے سے انکار کرتے رہے اور بحث کو ٹالنے کے لئے بار بار یہی عذر پیش کرتے رہے کہ آپ کافر ہیں مسلمان نہیں اس لئے بحث ممکن نہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود نے اسی سال یعنی 1891ء میں اپنی کتاب آسمانی فیصلہ میں خاص طور سے مولوی نذیر حسین کو پھر تحریری بحث کے لئے دعوت دی۔ اور فرمایا اگر وہ لاہور آسکیں تو ان کے آنے جانے کا کرایہ بھی میں ادا کروں گا۔ ورنہ دہلی میں بیٹھے ہوئے اظہار حق کے لئے تحریری بحث کرلیں۔ میاں صاحب سے بحث کو میں اس لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ شیخ الکل ہیں اور لوگوں کے خیال میں سب سے علم میں بڑے ہیں اور علماء ہند میں بیخ کی طرح ہیں اور کچھ شک نہیں کہ بیخ کے کاٹنے سے تمام شاخیں خود بخود گر یں گی۔ اور چونکہ انہوں نے میرے اعلانات کو کہ میں مومن مسلمان ہوں کوئی وقعت نہیں دی اس لئے اب مولوی محمد نذیر حسین صاحب اور ان کی جماعت کے لوگ بٹالوی وغیرہ علماء ان علامات کے اظہار کے لئے مجھ سے مقابلہ کرلیں جو قرآن کریم اور احادیث میں کامل مومن کی بتائی گئی ہیں لیکن کسی کو ان مقابلہ کے لئے آپ کے سامنے آنے کی جرات نہ ہوئی۔ (روحانی خزائن جلد نمبر 4 صفحات نمبر 20،21)

از میجر (ر) اعجاز الحق بٹ صاحب

خواجہ عبدالحفیظ بٹ مرحوم ومغفور

آپ سیالکوٹ میں 1908ء میں پیدا ہوئے آپ کے والد کا نام میاں محمد عبداللہ تھا۔ آپ کے والد محترم صاحب کشف والہام تھے جب چاند اور سورج کو ماہ رمضان میں گرہن لگا تو آپ کے والد محترم میاں عبداللہ صاحب نے یہ خدائی نشان دیکھ کر قادیان میں جا کر حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی بیعت کی۔ اس طرح خواجہ عبدالحفیظ بٹ صاحب پیدائشی احمدی ہوئے۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کی وفات کے بعد جب مولانا حضرت محمد علی نے قادیان سے لاہور شفٹ کیا تو آپ کے والد صاحب نے بھی حضرت محمد علی صاحب کا ساتھ دیا۔

اسی طرح خواجہ عبدالحفیظ بٹ صاحب نے جب ''مرے کالج'' سے B.A کے امتحان میں کامیابی حاصل کی تو ان کو B.T کرنے کے لئے لاہور سنٹرل ٹریننگ کالج داخل کرا دیا گیا۔ اس زمانے میں مولانا حضرت محمد علی صاحب نے جماعت کے افراد سے درخواست کی کہ جماعت کو پڑھے لکھے نوجوانوں کی ضرورت ہے تو آپ کے والد محترم نے آپ کو انجمن کے سپرد کر دیا۔ انجمن نے آپ کو مسلم ہائی سکول بدوملہی میں بطور استاد تعینات کیا۔ یہ واقعہ 1934ء کا ہے جب آپ بدوملہی پہنچے تو تب بدوملہی کے زمیندار چوہدری عبدالحق ملہی آپ کے ہم عمر تھے۔ ان کے والد محترم چوہدری سرفراز ملہی نے آپ کو اور چوہدری عبدالحق ملہی کو حکم دیا کہ آپ دونوں صبح مسجد واقع کوٹ دین محمد بدوملہی میں درسِ قرآن دیا کریں۔

چوہدری عبدالحق ملہی صاحب اکثر مذاق کیا کرتے تھے کہ خواجہ عبدالحفیظ صاحب تو اس کام میں مصروف ہو گئے لیکن میں بھاگ گیا۔

اس طرح خواجہ عبدالحفیظ بٹ صاحب کا یہ معمول رہا کہ صبح فجر کی نماز کی امامت کراتے اور پھر درس قرآن دیتے ان کے درسِ قرآن کی یہ خوبی تھی کہ وہ بیان القرآن اور دیگر کتب سے استفادہ کرتے۔ درس قرآن کے دوران قرآن کا ترجمہ تفسیر اور عام زندگی کے مطابق مثالیں بیان کرتے یہ درس قرآن لوگ بڑے شوق سے سنتے تھے۔ اس کے علاوہ جب آپ سکول جاتے تو بچوں کو اسمبلی کے دوران احادیث مبارکہ سنانا آپ کا معمول تھا۔ اسی لئے اب بھی جب کبھی ان کے پرانے شاگردوں سے ملاقات ہوتی ہے تو وہ ذکر کرتے ہیں کہ بٹ صاحب کی سنائی ہوئی احادیث ہمیں آج تک یاد ہیں۔

خطبہ جمعہ آپ خود ہی دیا کرتے تھے جس کو سننے کے لئے ہر مکتبہ فکر کے لوگ مسجد میں آتے اور آپ کے خطبہ سے استفادہ کرتے۔ آپ دیگر مذاہب کے بارے میں بھی وسیع مطالعہ رکھتے تھے۔ خاص کر عیسائیت اور ہندو مذہب کے بارے میں آپ بہت زیادہ علم رکھتے تھے۔ پاکستان بننے سے پہلے بدوملہی میں ہر مذہب کے لوگ رہتے تھے آپ اکثر ہندوؤں خاص کر آریہ سماج اور عیسائیوں سے مناظرے کیا کرتے تھے کیونکہ آپ کو انجیل اور گیتا پر عبور حاصل تھا۔ یہ مناظرے اچھے ماحول میں ہوتے اور کوئی بدمزگی نہ ہوتی۔ آپ پیغام صلح اور طلوع اسلام کا بھی مطالعہ کرتے تھے تاکہ مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیا جا سکے۔

آپ نے کبھی کسی فرقہ کے بارے میں کوئی بری بات نہ کی تھی جس کی وجہ سے تمام فرقے کے لوگ آپ کی بہت عزت کرتے تھے یہاں تک کہ بدوملہی میں محرم کے جلوس میں شیعہ حضرات آپ سے درخواست کرتے کہ آپ تقریر کریں تو آپ کی تقاریر اس موقع پر نہایت مدلل ہوتیں اور آپ حضرت امام حسینؓ کی قربانی کو ایک نہایت خوبصورت پیرائے میں بیان کرتے۔

جب آپ ہیڈ ماسٹر تھے تو امتحانوں کے دنوں میں طالب علموں کو مفت ٹیوشن

پڑھاتے امتحانوں کے سلسلے میں اگر آپ کو کسی دوسری جگہ ڈیوٹی کرنی پڑتی تو پھر بھی آپ شام کو واپس بدوملہی ہی تشریف لاتے تا کہ اپنے طالب علموں کو اگلے امتحان کی تیاری کرواسکیں ۔ آج کل کے دور میں جب یہ واقعہ سنایا جاتا ہے تو لوگوں کو یقین نہیں آتا کہ وہ اتنے مخلص تھے ۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے شاگرد آپ کی بہت عزت کرتے تھے ۔

ان کے معمولاتِ زندگی سکول کے بچوں کو دلجمعی سے پڑھانا اور کوئی بھی کام کرنے سے پہلے اللہ اور رسول کے احکامات کو مدنظر رکھنا تھا اسی وجہ سے لوگ آپ کی عزت کرتے تھے ۔ آپ بدوملہی میں تقریباً 30 سال رہے اور تین نسلوں کو پڑھایا، آپ کے شاگرد فوج میں جنرل کے علاوہ سول میں بڑے عہدوں پر فائض ہوئے ۔ آپ ریاضی کے ماہر استاد مانے جاتے تھے ۔ بدوملہی مسلم ہائی سکول کے کافی عرصہ تک ہیڈ ماسٹر رہے ۔ سکول آپ کے نام سے پہچانا جاتا تھا اکثر لوگ مسلم ہائی سکول کو اور بٹ صاحب کے سکول کو زیادہ جانتے تھے ۔ اس طرح جب تک انجمن کی ملازمت کی مسلم ہائی سکول کا سٹنڈرڈ بڑا اعلیٰ رہا یہاں تک کہ آپ کے سکول کو ضلع سیالکوٹ میں اچھے نام سے یاد کیا جاتا تھا ۔

1969ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد آپ لاہور تشریف لے آئے اور یہاں بھی درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا ۔ آپ کی زندگی کا یہ کمال تھا کہ آپ جب بھی کسی کام کے لئے کسی محکمے میں جاتے تو کہیں نہ کہیں سے آپ کا کوئی آپ کا شاگرد دوڑتا ہوا آجاتا اور آپ کا کام جلدی اور عزت سے کروادیتا ۔ جب تک آپ زندہ رہے ہماری رہنمائی کرتے رہے ۔ جب بھی ہمیں اسلام کے بارے میں کوئی بات پوچھنی ہوتی تو ہم آپ سے پوچھتے ۔ آپ کو قرآن پر اس قدر دسترس حاصل تھی کہ آپ قرآن کی متعلقہ آیت تلاوت فرماتے اور ہماری رہنمائی فرمادیتے تھے ۔

آخری عمر میں آپ کی بینائی جاتی رہی لیکن تب بھی ہماری مذہبی رہنمائی کرتے رہے کیونکہ جب بھی ہمیں کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو آپ ہمیں قرآن اور حدیث سے کوئی نہ کوئی حوالہ دے کر مطمئن کرتے ۔ آپ بہت نرم دل تھے ہمسائیوں کے معاملے میں ہمیں تلقین کرتے کہ ان سے نیک سلوک کرو اور ان کی مدد کیا کرو تا کہ خدا تمہاری مدد کرے ۔ آپ چھوٹوں اور بڑوں سے شفقت سے پیش آتے تھے ۔ نہایت مذہبی ہونے کے باوجود آپ نے اپنی اولاد پر کبھی نماز پڑھنے کی سختی نہ کی نماز کا وقت ہوتا تو اٹھتے ہوئے کہہ جاتے کہ بچو نماز پڑھو ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی تمام اولاد نمازی اور مذہبی ہے ۔ کیونکہ ان کی اولاد نے اپنے ماں باپ کو ہمیشہ نماز کا پابند دیکھا ۔

آپ نے اپنی تمام اولاد کو اچھی تعلیم دلوائی ۔ آپ کے پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں آپ بڑے فخر سے کہا کرتے تھے کہ میرے باپ نے اپنے چھ بچوں کو گریجویشن کرائی تھی جبکہ میں نے اپنے دس بچوں کو گریجویشن اور پوسٹ گریجویشن کرائی، یہ ایک فخر کی بات ہے ۔ کاش ہماری تمام قوم اس طرح کرے اور اس بات پر فخر کرے کہ اس نے فعال اور بہتر تعلیم یافتہ افراد قوم کے حوالے کیے ہیں تو یہ قوم کہاں کی کہاں پہنچ جائے ۔ آپ کے قول اور فعل میں کبھی تضاد نہ پایا گیا آپ ہمیشہ دین پر کاربند رہے جس کی وجہ سے آپ کو اکثر سچے خواب آتے تھے ۔

میری شادی ہوئی تو چند سال تک میرے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی میں ان دنوں شمالی وزیرستان میں ڈیوٹی کررہا تھا میں نے آپ کو خط لکھا کہ دعا کریں اللہ مجھے اولاد دے، چند دنوں کے بعد آپ کا خط آیا کہ انہوں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تازہ پھلوں کی ٹوکری ہے جس پر شبنم کے قطرے پڑے ہوئے ہیں انہوں نے پوچھا یہ کس کا پھل ہے تو کسی نے میری بیوی کا نام لیا ۔ آپ نے مجھے لکھا یہ خواب بتاتا ہے کہ اللہ عنقریب آپ کو اولاد کی دولت سے نوازے گا ۔ چنانچہ یہی ہوا اور اللہ نے مجھے اولاد سے نوازا ۔ آپ نے بھرپور زندگی گزاری تمام اولاد کی خوشیاں دیکھیں اور اپنے تمام فرائض سے سبکدوش ہوئے اور آخر اللہ کی رضا کے مطابق 6 اپریل 1994ء کو اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون) اللہ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین

آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزہ ءنورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

درس قرآن کریم

نصیر احمد فاروقی مرحوم و مغفور

(انتخاب از معارف القرآن)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ٪

یہ میرے درسِ قرآن کا پہلا سبق ہے۔ اور اس کو میں نے انہی پاک اور معنی سے بھرپور آیات سے شروع کیا ہے۔ جن سے قرآن مجید کی ابتداء ہوتی ہے۔ ان آیات کا انتخاب میں نے صرف برکت کے لئے اور بطور دعا کے لئے ہی نہیں کیا بلکہ اس لئے بھی کیا ہے کہ میرا ارادہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا اور اس نے مجھے توفیق دی تو میں قرآن کریم کے ان حصوں یا ان جگہوں کا درس دوں جو مسلمانوں کی روزانہ زندگی میں اور ان کی نمازوں میں پڑھے جاتے ہیں۔ یا پھر ان حصّوں کا درس دوں جن کو سمجھنے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے مجھے بخشی ہے۔

جن بلادِ غیر کے صاحب کی فرمائش پر میں نے درس قرآن کا یہ سلسلہ شروع کیا ہے ان کا اپنا ریڈیو اسٹیشن ہے اور ان کا ارادہ یہ ہے کہ ہر ہفتہ ایک پندرہ منٹ کا درس ہو جو عام فہم ہو۔ اور کل باون یعنی پچاس اور دو سبق ہوں تا کہ اس طرح سال بھر یہ سلسلہ انشاء اللہ چلتا رہے۔ اس لئے ہر سبق کو مجھے لازماً تقریباً پندرہ منٹ پر ختم کرنا پڑے گا۔

تو لیجئے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہی شروع کرتے ہیں۔ اگر چہ یہ آیت قرآن پاک کی ایک کے سوا تمام سورتوں کے شروع میں آتی ہے مگر ان سورتوں کی آیات کی تعداد میں شامل نہیں کیا جاتا جس کی وجہ یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بنفسہٖ یعنی اپنے اندر ایک مضمون رکھتی ہے۔

اور یہ سورت پر اس طرح رکھی ہوئی ہے جس طرح کسی شاہی تحریر پر شہنشاہ کے نام اور القاب کی مہر ہوتی ہے۔ ہر کتاب کے پہلے صفحہ یعنی ٹائیٹل پیج پر مصنف کا نام ہوتا ہے بلکہ ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح کسی الہامی کتاب کا اولین کام یہ ہونا چاہیے کہ وہ یہ بتائے کہ اس کا نازل کرنے والا کون ہے۔ سو قرآن پاک وہ واحد الہامی کتاب ہے جس کے شروع میں ہی یہ بتایا گیا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے جیسا کہ فرمایا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جس کے لفظی معنی یہ ہیں کہ ”اللہ کے نام کے ساتھ جو رحمٰن اور رحیم ہے“ یا انگریزی میں:

یعنی یہ کتاب اس ذات کی طرف سے آتی ہے جس کا نام اللہ ہے اور جو رحمٰن اور رحیم ہے۔

اللہ اسم ذات ہے یعنی ذاتی نام جس کے معنی ہیں ”حسن و احسان میں کامل“ لفظ حسن سے مراد صفات یا خوبیاں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حسن اس کی صفات یا خوبیوں سے ہے جو اس کی ذات میں اپنے انتہائی کمال میں موجود ہے۔ اسی کو آگے سورۃ فاتحہ میں یوں فرمایا کہ الحمد للہ رب العالمین یعنی تمام تعریفیں یا خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نام میں احسان کے معنی یہ ہیں کہ اس صفات یا خوبیاں اپنی ذات تک محدود نہیں بلکہ ان کا فائدہ اس کی مخلوق کو ہر آن پہنچتا رہتا ہے۔ کسی میں کوئی خوبی (مثلاً علم یا دولت) ہو مگر وہ اس کی ذات تک محدود رہے اور اس سے دوسروں کو فائدہ نہ ہو تو وہ خوبی ناقص ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام خوبیاں اس کی صفات **رب العلمین ، الرحمن الرحیم ملك یوم الدین** کے ذریعہ اس کی تمام مخلوق کو اس دنیا اور آخرت دونوں میں فیض ہر آن پہنچاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات یا خوبیاں تو ان گنت ہیں مگر اس کی دو صفات یعنی رحمٰن اور رحیم کا یہاں ذکر جس لئے فرمایا ہے وہ میں ابھی عرض کرتا ہوں۔ پہلے رحمٰن اور رحیم کے معنی سمجھ لیں۔ یہ دونوں الفاظ رحم سے نکلے ہیں۔ مگر رحمٰن عربی کے باب فعلان سے ہے جس میں مبالغہ یا کثرت کا معنی آ جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ میں رحم کا اس قدر جوش ہے کہ اس نے محض اپنے رحم سے نہ صرف تمام کائنات اور اس کے اندر تمام عجائبات کو بنایا ہے بلکہ کائنات کی ہر چیز کی زندگی کے سامان مہیا فرمائے ہیں اور جس مقصد کے لئے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اس کو پانے کے راستے کی طرف اس کی رہنمائی کی ہے اور اس مقصد کو پانے کے تمام سامان مہیا فرمائے ہیں۔ رحیم عربی کے باب فعیل سے ہے جس میں تکرار یعنی بار بار رحم کرنے کے معنی آ جاتے ہیں یعنی جب اللہ تعالیٰ کی رحمانیت نے جو سامان دیئے ہیں ان کا صحیح استعمال کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی

رحمیت جوش میں آتی ہے اور انسان کی کوشش پر اعلیٰ نتیجے بار بار پیدا کرتی۔ رحمٰن اور رحیم کے معنوں پر مزید روشنی میں آگے سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں ڈالوں گا۔

اس وقت مجھے صرف اتنا کہنا ہے کہ قرآن کریم کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں رحمٰن اور رحیم کی صفات کا ذکر ایک نہایت عظیم الشان وجہ سے ہے۔ وہ یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایک چیز بخشی ہے جو اور کسی کو نہیں بخشی۔ اور وہ ہے روح جس کی بابت قرآن حکیم میں آگے آیا ہے۔ **نفخت فیه من روحی** (سورہ الحجر۱۵ آیت ۲۹) یعنی میں نے اپنی روح انسان میں پھونکی ہے۔ یہ دنیا اور اس کے اندر جو کچھ ہے جس میں جسم بھی ہے وہ آج نہیں تو کل ختم ہو جائے گا۔ باقی رہنے والی چیز صرف وہ روح ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو بخشی ہے۔ وہ روح انسان کے اندر رہ کر ان تمام حالات اور نیک و بد اعمال سے متاثر ہو کر جن میں سے انسان گذرتا ہے ایک شخصیت یا Personality بن جاتی ہے جسے قرآن نے ''نفس'' کا نام دیا ہے۔ وہی نفس موت کے وقت لے لیا جاتا ہے اور اگلے عالموں میں ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے چلا جاتا ہے۔ وہی ہر انسان کی اصلیت ہے۔ تو اس بیش بہا چیز کی نشوونما اور اصلاح اور حفاظت اور جس مقصد کے لئے یہ بخشی گئی ہے اس کے پانے کے لئے کیا بندوبست ہے؟ انسان تو اپنی روح کو دیکھ بھی نہیں سکتا اگرچہ اس کا احساس ہر انسان کو ہے کہ میں اپنے جسم سے بالاتر یعنی بلند تر ہستی ہوں۔ انسان کے مرنے پر وہ روح اس مادی جسم کو چھوڑ کر کہیں چلی جاتی ہے؟ تو وہ کون سا جہاں ہے اور وہاں انسان پر کیا گذرتی ہے؟ یہ جسم انسانی تو مر کر یہیں ختم ہو جاتا ہے مگر وہ روح جس نے ہمیشہ رہنا ہے اس کی صحت، اس کی نشوونما اور جس مقصد کے لئے وہ بخشی گئی ہے اس کو پانے کے لئے انسان کو کیا کرنا چاہیے؟ اس اشد اور سب میں اہم ضرورت کو اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت نے کس طرح پورا کیا ہے؟ قرآن فرماتا ہے: الرحمٰن علم القرآن (الرحمٰن ۱۔۲) یعنی یہ عظیم الشان علم دینے کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمانیت نے قرآن میں سب سامان کئے ہیں اور جب انسان اس علم سے فائدہ اٹھا کر اس پر عمل کرتا ہے تو **کان بالمومنین رحیما** (الاحزاب ۳۳۔ آیت ۴۳) یعنی ایمان لا کر عمل کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ بار بار رجوع برحم فرماتا ہے اور انسان کو وہ اعلیٰ اخلاقی اور روحانی نعمتیں اور لذتیں بخشتا ہے جس کا نام بہشت ہے تو آپ نے دیکھ لیا کہ قرآن کریم کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کتنا عظیم الشان مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے۔

بسم اللہ میں حرف ''ب'' کے ایک معنی استعانت یعنی مدد مانگنے کے ہیں یعنی قرآن پڑھنے والے کو سکھایا گیا ہے کہ وہ مدد مانگے اس اللہ سے جس کی رحمانیت نے قرآن حکیم جیسی نعمت عطا فرمائی ہے کہ وہ اپنی رحمیت کے صدقے انسان پر وہ تمام روحانی اور اخلاقی اور دنیاوی اور اگلے جہان کی نعمتیں نازل فرمائے اور اپنی رضا اور خوشنودی عطا فرمائے جو قرآن کریم پر چلنے سے انسان کو مل سکتی ہیں۔

پھر اس میں یہ بھی دعا ہے کہ اے رحمٰن جس نے قرآن جیسی نعمت ہے اپنی رحمانیت سے ہی وہ تمام حالات اور اسباب پیدا فرما کہ میں اس قرآن کے مطالعہ کو بخوبی ختم کر سکوں۔ مثلاً عمر کا وفا کرنا، صحت کا قائم رہنا، فرصت اور فراغت کا حاصل ہونا، دل اور دماغ کا پریشان نہ ہونا بلکہ قرآن کریم کی طرف مائل ہونا، اور تلاوت کے وقت دل اور دماغ کا حاضر اور فرمانبردار ہونا، اور کوئی ایسی بات واقع نہ ہونا جس سے پڑھنے والے کی آسائش یا امن میں خلل پڑے۔ اور صفت رحمیت کو پکارنے میں یہ دعا ہے کہ وہ ذات بابرکت محض اپنے رحم کی وجہ سے انسان کے دل کو حق اور ہدایت کے لئے کھولے اور کامل اطاعت کی توفیق بخشے۔ اور انسان کی محنت کے ضائع ہونے سے اور شیطان کے بہکانے اور اس کے وسوسوں سے بچائے۔

قرآن پاک کی تلاوت کے علاوہ بھی مسلمان کو ہر کام کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کی ترغیب رسول اللہ صلعم نے ان الفاظ میں دی کہ:

''یعنی ہر وہ کام جسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے نہ شروع کیا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے۔'' تو ہر کام کو شروع کرنے سے پہلے جب انسان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتا ہے تو وہ دعا کرتا ہے کہ وہ اللہ جو اپنی رحمانیت سے ہر کام کو کرنے اور تکمیل تک پہنچانے کے کام سامان مہیا فرما سکتا ہے وہ پڑھنے والے کی طرف ایسے ہی رحم و کرم سے متوجہ ہو اور پھر اپنی رحمیت کے صدقہ وہ انجام یا وہ اعلیٰ پھل انسان کی کوشش پر پیدا کرے جو وہی عنایت فرما سکتا ہے۔

قابل غور یہ بات بھی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے برکت کا ذکر فرمایا ہے۔ برکت کے معنی ہیں وہ خیر یا بھلائی جو ہمیشہ قائم رہے۔ تو جو محض اپنے کسی کام پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتا ہے وہ اس کام کو خدا کے نام پر کر کے اس کام کو خدا کو Dedicate یا سپرد کرتا ہے۔ وہ کام ہو جائے تو، اور نہ ہو تو بھی، اس کا اجر اس انسان کو ملے گا۔ اور دنیا کے اجر تو عارضی ہوتے ہیں مگر اس انسان کا اجر جس کا ہر کام خدا کے لئے تھا دراصل آخرت میں ہو گا جہاں وہ ہمیشہ قائم رہے گا پھر ہر کام سے قبل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کے حکم میں انسان کی زبردست اصلاح بھی مقصود ہے کیونکہ جو انسان کسی کام کو کرنے سے پہلے سوچ سمجھ کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے گا وہ کبھی ایسا کام نہیں کرے گا جو برا ہو یا جس سے خدا ناراض ہوتا ہو۔ اور یہی تقویٰ ہے جس کا ذکر قرآن اور حدیث میں بار بار آیا ہے۔

ادارہ

حافظ شیر محمد خوشابی رحمتہ اللہ علیہ

سالٹ رینج پنجاب پاکستان کے پہاڑوں کے دامن میں خوشاب ایک چھوٹا سا قدیم شہر ہے۔ اس علاقہ میں زیر زمین پانی نمکین یا شورزدہ ہوتا تھا۔ اس جگہ میٹھا پانی میسر آیا تو یہ خوش آب کہلایا اور مختصر ہوتے ہوتے خوشاب کہلانے لگا۔ اس شہر میں اعوان قوم کے ایک سنی مسلمان خاندان میں تحصیل و تعلیم دین کا بھی نہایت التزام تھا۔ یہ افراد خانہ بہت مشہور موحد تھے اور اس خاندان نے خوشاب میں پہلی اہل حدیث مسجد تعمیر کرائی تھی۔ مولانا کے والد اسی خاندان کے چشم و چراغ تھے، لیکن وہ اولاد نرینہ سے محرومی کے باعث اکثر اداس رہتے تھے۔ مولانا کے نانا اور دادا دونوں ہی دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل تھے اور علاقہ میں اپنے علم اور نیکی کی وجہ سے، بہت عزت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے۔ مولانا کے والد کی دو دختران تھیں لیکن بیٹا نہ ہونے کے باعث انکو فکر لاحق تھی علم دین کا خاندانی ورثہ کیونکر اگر پشت کو منتقل ہو سکے گا۔ انہوں نے حضرت زکریا علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ سے اولاد نرینہ کے لئے دعائیں کیں اور وعدہ کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے بیٹے سے نواز دے تو وہ اپنے بیٹے کو دین اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے درد دل سے بھری دعائیں قبول فرمائی اور ایک فرزند پیدا ہوا تو نام شیر محمد رکھا۔

شیر محمد کے والد نے اپنا وعدہ ایفا کیا اور اپنے اس اکلوتے بیٹے کو علم دین جو کہ انکے خاندان کا طرہ امتیاز تھا منتقل کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ شیر محمد کی عمر ابھی چار برس ہی کی تھی کہ اسے قرآن پڑھنے کے لئے دیگر بچوں کے ساتھ اپنی خاندانی مسجد میں حفظ کی جماعت میں شامل کیا گیا۔ شیر محمد کا حافظہ اس قدر تیز تھا کہ قرآن کے اسباق دو تین بار پڑھنے سے ہی سبق حفظ ہو جاتا۔ یہ دیکھ کر شیر محمد کو ایک استاد کے پاس قرآن شریف حفظ کرنے کے لئے روزانہ ایک گھنٹہ کے لئے بھیجا گیا۔ ساتھ ہی ساتھ دین اسلام کے باقی امور پر تعلیم ان کی خاندانی مسجد میں ان کے والد صاحب، نانا جان اور دادا جان کے پاس ہوتی رہی۔

شیر محمد جب حفظ قرآن کے لئے اپنے استاد کی طرف جاتے تو آتے جاتے ان کی نظر ایک مسلمان دکاندار پر پڑتی جس کو وہ ہمیشہ ہی کتب پڑھنے میں محو پاتے۔ بچگانہ جستجو کے مادہ نے چند دن میں شیر محمد کو ابھارا کہ دریافت کیا جائے کہ یہ شخص ہر وقت کیا پڑھنے میں مشغول رہتا ہے۔ دریافت کار دکاندار نے جو احمدی مسلمان تھا بتایا کہ وہ مرزا غلام احمد صاحب کی کتب کے مطالعہ میں محو رہتا ہے۔ چند سال بعد جب شیر محمد کوئی بارہ برس کے ہو گئے تو انہوں نے اس دکاندار سے درخواست کی کہ وہ ان کو بھی مرزا غلام احمد صاحب کی کتب پڑھنے کے لئے دے۔ اس کو ان کتب سے اتنا عشق تھا کہ وہ کتب کسی کو دینے کو تیار نہ تھا مبادا کہ کتب کھو جائیں۔

البتہ اس نے شیر محمد کو اجازت دے دی کہ اس کی دوکان کے ایک کونہ میں بیٹھ کر جتنی دیر چاہیں ان کتب کا مطالعہ کریں۔ جب یہ سلسلہ جاری ہو گیا بقول مولانا شیر محمد صاحب کچھ عرصہ بعد وہ مرزا غلام احمد صاحب کے ان دلائل سے متفق ہو گئے کہ قرآن شریف کے مطابق حضرت عیسیٰؑ وفات پا چکے ہیں اور یہ عقیدہ کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے ہیں قرآن شریف میں کہیں نہیں پایا جاتا۔ شیر محمد یہ مسئلہ اپنے والد اور پھر نانا جان اور دادا جان سے زیر بحث لائے اور مرزا غلام احمد صاحب کے پیش کردہ دلائل سے ان کو بھی وفات عیسیٰ کا قائل کر لیا۔

شیر محمد صاحب کی عمر کوئی سولہ برس ہوگی کہ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے عربی زبان کا سب سے بڑا امتحان مولوی فاضل پاس کیا۔ اس کے بعد شیر محمد کو اچھرہ لاہور کے درس نظامی مکمل کیا۔ اس دارالعلوم کے پرنسپل دارالعلوم

دیوبند کے تعلیم یافتہ تھے اور دیوبند میں شیر محمد کے نانا کے ہم جماعت رہ چکے تھے۔ مولوی فاضل اور درس نظامی کی تکمیل کے بعد شیر محمد اب مولانا شیر محمد بن چکے تھے اور جلد ہی ان کو مزنگ لاہور کی ایک جامع مسجد میں خطیب اور امام کی حیثیت سے کام کرنے کی دعوت ملی جو انہوں نے قبول کر لی۔ مولانا ایک مواحد اور اہل حدیث خاندان کے چشم و چراغ تھے اور انہوں نے ہی اسی ماحول میں پرورش پائی تھی مزنگ کی مسجد بریلوی مسلک کے لوگوں کی مسجد میں نہ چل جائے اور استعفے دے کر اپنے شہر خوشاب لوٹ گئے۔

دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد مولانا شیر محمد نے ایک بار پھر خوشاب کے اس احمدی دکاندار کو مرزا غلام احمد صاحب کی کتب مستعار دینے کے لئے کہا۔ اس بار وہ رضا مند ہو گیا اور مولانا نے ایک ایک کر کے مرزا غلام احمد صاحب کی تمام کتب کا مطالعہ کیا۔ وہ دل ہی دل میں قائل ہو گئے کہ مرزا غلام احمد واقعی چودھویں صدی کے مجدد اور مسیح موعود ہیں، لیکن ان تحریروں میں لفظ نبی کے استعمال پر ان کے ذہن میں ایک سوال موجود تھا۔ احمدی دکاندار جس کا تعلق احمدیوں کے قادیانی گروپ تھا (جواب ربوہ جماعت کہلاتی ہے) اس نے مولانا شیر محمد کو 1938ء میں اس کے ہمراہ قادیان میں ان کے جلسہ سالانہ کے موقع پر جانے کے لئے دعوت دی جو مولانا نے قبول کر لی، مولانا وہاں گئے ، لیکن وہاں کوئی بھی نبوت کے سوال پر مولانا کو تشفی بخش جواب نہ دے پایا۔

اور مولانا واپس خوشاب کی طرف روانہ ہوئے ، راستہ میں لاہور ریلوے سٹیشن پر گاڑی تبدیل کرنے تھی۔ مولانا خوشاب جانے والی گاڑی کے انتظار میں پلیٹ فارم پر ٹہل رہے تھے کہ ان کی نظر اپنے علاقہ کے ایک پٹھان ایک زمیندار پر پڑی ، ملاقات کی ، حال دریافت کرنے پر وجہ سفر بتائی تو اس پٹھان زمیندار نے جس کا تعلق احمدیوں کے لاہور گروپ سے جس کو جماعت احمدیہ لاہور یا احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ مولانا کو دعوت دی کہ وہ اس کے ساتھ امیر جماعت احمدیہ لاہور مولانا محمد علی صاحب مفسر قرآن سے ملاقات کے لئے چلیں۔ مولانا جو تلاش حق میں محو تھے اپنا سفر ملتوی کر کے ان کے ہمراہ ہو لئے۔ مولانا محمد علی صاحب سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مولانا محمد کو بتایا کہ آیا انہوں مرزا غلام احمد کی تحریرات میں یہ بات پڑھی ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نیا یا پرانا آ ہی نہیں سکتا تو پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ یہ لکھنے والا شخص خود مدعی نبوت بن بیٹھے۔ مولانا نے بتایا مرزا صاحب کی تحریرات میں ظلی نبی ، مجازی نبی ، بروزی نبی ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی وغیرہ کی اصطلاحات تمام صوفیانہ اصطلاحات ہیں جن سے مراد محدثیت ہے نہ کہ نبوت۔ انہوں نے مولانا سے کہ آپ کا نام شیر محمد ہے یہ مجاز ہے۔ آپ فی الوقع شیر تو نہیں ہے بنے ، شیر تو جانور کا نام ہے ۔ دلیری و بہادری اس کی صفات ہیں والدین نے جب آپ کو شیر محمد کا نام دیا تو ان کا مقصد آپ کو جانور بنانا نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیرت میں شیر جیسی دلیری اور بہادری کی صفات کا آپ میں پیدا ہونے کی خواہش کا اظہار ہے۔

جب کیسی لفظ کے معنی پر ایک قسم کی قید نفی لگ جاتی ہے۔ نبی کو نبی ہی کہا جائے گا۔ اس کو ظلی ، بروزی ، مجازی وغیرہ ہم صفات سہارا لینے کی کیا حاجت اور ضرورت ہے۔ صرف غیر نبی کو ایسے صفاتی اضافی الفاظ کے سہارا کی حاجت ہوتی ہے۔ اور اضافی لفظ بذات خود نبوت کی تردید کے لئے کافی ہے ۔ اس قسم کی دیگر دلائل سے مولانا کو اصل مسئلہ سمجھ آ گیا اور اس بات چیت کے بعد مولانا نے مولانا محمد علی صاحب سے رخصت لی رات لاہور میں گذاری اور تمام رات ان دلائل پر غور کرتے رہے اور دوسری صبح جا کر مولانا محمد علی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ لاہور میں شامل ہو گئے۔ خوشاب واپس گئے اور اپنے خاندان کے افراد کو اپنی جماعت احمدیہ لاہور میں شمولیت کیا اطلاع دی۔

چند ماہ بعد لاہور واپس آ کر جماعت احمدیہ کی ''مبلغین اسلام'' کی تیاری کی اور جماعت میں داخل ہو گئے۔ مولانا صدر الدین ، مولانا عبد الحق ودیاتھی اور احمد یار خان سے تعلیم حاصل کی ، اور تکمیل تعلیم کے بعد خوشاب واپس لوٹ گئے ۔ کچھ عرصہ بعد مولانا محمد علی صاحب نے مولانا شیر محمد صاحب کو بلوایا اور چک نمبر 81 ضلع سرگودھا میں بطور اسلام کام کرنے کی دعوت دی مولانا وہاں 1949ء تک بطور مبلغ کام کرتے رہے۔

1949ء میں لائکپور میں بطور مبلغ اسلام تقرر ہوا 1953ء جب میں مال

روڈ لاہور سے ''روح اسلام'' ماہوار رسالہ جاری ہوا تو مولانا شیر محمد صاحب اس کے مدیر بنے اس رسالہ کے چیف ایڈیٹر ''میثاق النبیین'' کے مصنف مولانا عبد الحق ودیاتھی صاحب تھے۔ان دو ریسرچ سکالرز نے ''روح اسلام'' کو پاکستان کا سب سے عمدہ دینی رسالہ بنا دیا جس کی اہل علم و دانش میں بہت مانگ ہوئی۔

چند سال بعد مالی مشکلات کے باعث ''روح اسلام'' بند ہوا تو مولا واپس لائکپور بطور مبلغ اسلام چلے گئے اور وہاں چند سال قیام کے دوران جماعت احمدیہ ربوہ اور غیر احمدی علماء سے مباحثوں میں بڑا نام پیدا کیا۔ بڑے بڑے نامور صاحبان کو مولانا شیر محمد صاحب مباحثہ میں ایسا لاجواب کرتے کہ و طفل مکتب نظر آتے۔ان کے مقابل جو ایک بار مباحثہ کے لئے آیا اس پر مولا ہ کا ایسا اثر ہوتا کہ عمر بھر کے لئے مولانا کا معترف ہو جاتا اور ان سے دوستی کا دم بھرنے لگتا۔مولانا صاحب کا مطالعہ بہت وسیع تھا آپ نے ہزاروں کتب خود اپنی گرہ سے خرید کر اپنی لائبریری بنائی۔کتب ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔اپنی تما م آمدنی خرید کتب پر صرف کرتے۔اپنا فالتو وقت کتب کی دکانوں میں کتب کی تلاش میں لگاتے

1960ء میں لاہور جماعت احمدیہ نے ''ادارہ تعلیم القرآن'' بنایا تو مولا عبدالحق ودیارتھی صاحب اس کے پرنسپل مقرر ہوئے اور مولانا شیر محمد صاحب اس ادارہ میں پروفیسر مقرر ہوئے۔

1970ء میں مولانا شیر محمد صاحب جزائر فجی میں مبلغ اسلام کی حیثیت سے گئے اور 1984 تک وہاں تبلیغ اسلام کے فرائض انجام دیتے رہے۔وہاں سے ''پیغام حق'' کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا جو اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں شائع ہوتا ہے اردو زبان مین اپنی مشہور کتاب ''لا نبی بعدی'' شائع کی۔ریڈیو فجی پر اسلام پر تقریریں کرتے رہے۔

1984ء میں ساؤتھ افریقہ میں سپریم کورٹ کیپ ٹاؤن میں محمد اسمٰعیل پیک کی طرف سے دائر کردہ سول مقدمہ بنام مسلم جوڈیشل کرنسل ساؤتھ افریقہ میں اسلام پر ایکسپرٹ گواہ کی حیثیت سے طلب کئے گئے اور مولانا شیر محمد صاحب کی گواہی پر سپریم کورٹ نے اپنے فیصلہ میں اعلان کیا کہ احمدیہ فرقہ کے لوگ بھی باقی تمام مسلمانوں کی طرح مسلمان ہیں اور ان کو باقی مسلمانوں کی طرح مساجد میں داخلہ،قبرستان میں مدفون ہونے اور دیگر تمام حقوق حاصل ہیں۔سپریم کورٹ کے عیسائی جج نے اپنے فیصلہ میں مولانا شیر محمد کی دیانت اور علم کو بہت خراج تحسین وخراج پیش کیا۔

1987ء میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نائب صدر منتخب ہوئے اور 12 ستمبر 1990ء یعنی اپنی وفات تک اس عہدہ پر کام کرتے رہے۔

1987ء میں وہ دوبارہ ساؤتھ افریقہ سپریم کورٹ میں بحیثیت ایکسپرٹ گواہ پیش ہوئے۔اس بار بھی مقدمہ کا فیصلہ مولانا کی شہادت پر مدعی شیخ محمد جسیم کے حق میں ہوا اور عدالت نے مسلم جوڈیشل کونسل ساؤتھ افریقہ اور شیخ ناظم محمد پر خرچہ مقدمہ کا حرجانہ بھی ڈالا۔

1984ء میں مقدمہ میں شہادت کی تیاری کے لئے مولانا اپنے ساتھ چار ہزار سے زائد کتب لے گئے تھے۔مقدمہ کے فیصلہ پر جب یہ کتب واپس پاکستان لائے تو حکومت پاکستان نے یہ کتب ضبط کرلیں حالانکہ ان کتب میں سے کثیر تعداد ائمہ سلف کی تحریر کردہ کتب تھیں۔

دراصل حکومت پاکستان اور اس کے حواری علماء اس مقدمہ میں فریق مخالف یعنی مدعا علیہان کی سرپرستی کر رہے تھے اور مقدمہ ہارنے کے بعد شاید کتب ضبط کر کے اپنی خفت مٹانے کا سامان کر رہے تھے۔

1987ء کے مقدمہ میں حکومت پاکستان کی شریعہ کورٹ کے جج صاحبان اور پنجاب کے ایڈوکیٹ جنرل کے علاوہ سپریم کورٹ پاکستان کے دینی معاملات کے مشیر اور کمیٹی کے مشیر پروفیسر غازی محمود احمد جو فیصل یونیورسٹی اسلام آباد کے پروفیسر بھی ہیں اور پروفیسر خورشید احمد صاحب جو جماعت اسلامی پاکستان کے نائب صدر ہیں تمام کے تمام مولانا کے مقابلہ میں مدعا علیہان کے سرپرست اور مشیر تھے۔لیکن مولانا شیر محمد تن تنہا ان سب پر غالب رہے کئی برس سے دل کی بیماری کا شکار تھے۔آخر کار 12 ستمبر 1990ء کو اپنے مولیٰ سے جا ملے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

شبان الاحمدیہ مرکزیہ، لاہور: حامد رحمٰن

بچوں کا صفحہ

سچائی

بچو! ہمارے پیارے مذہب اسلام میں توحید اور اللہ کی عبادت کے بعد سب سے زیادہ زور اخلاق حسنہ پر دیا گیا ہے اور اخلاقیات میں سب سے پہلا نمبر سچائی یعنی سچ بولنے کا ہے۔ سچائی ایک ایسا خُلق ہے جس پر تقریباً تمام مذاہب نے ہی زور دیا ہے۔ اسلام تو اس سلسلہ میں یہاں تک تاکید کرتا ہے کہ ہمیشہ سچ بولنے کے علاوہ سچوں ہی کا ساتھ دو اور انہی کی صحبت اختیار کرو۔

اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو مغفرت اور اجر عظیم کی خوشخبری دی ہے۔ ان میں خدا کی فرمانبرداری کرنے والوں میں سے پہلا درجہ بھی سچوں اور راستبازوں ہی کا ہے۔ بلکہ ہمارے رسول ﷺ نے تو سچائی کو اپنی نبوت کی صداقت کے دعوے کے طور پر پیش کیا ہے۔ سچائی انبیاء کی پہلی صفت ہے اور آنحضرت ﷺ کی سچائی کا تو سردارانِ قریش بھی اعتراف کرتے تھے جو آپ کی جان کے دشمن تھے۔ جیسا کہ مکہ کے سردار ابوسفیان نے قیصر روم کے دربار میں بھی آپ کے سچے ہونے اور ہمیشہ سچ بولنے کی گواہی دی۔

سچائی وہ جادو اثر خلق ہے جو سخت سے سخت دل کو موم کی طرح نرم کر دیتی ہے۔ اپنی صدی کے مجدد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا اپنی والدہ کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے ڈاکوؤں کے سامنے سچ بولنے کا واقعہ کتنا نصیحت آموز ہے۔ آپ نے ڈاکوؤں کے سردار کے پوچھنے پر صاف بتا دیا کہ میرے پاس چالیس اشرفیاں ہیں۔ جب اس نے اشرفیوں کی تصدیق کر لی۔ تو پوچھا کہ تو نے اس راز کو چھپایا کیوں نہیں؟ آپ نے جواب دیا یہ میری ماں کی نصیحت تھی کہ ہمیشہ سچ بولنا۔ اس ایک فقرے ہی نے ڈاکوؤں کے سردار کے دل کو بدل دیا۔ اس نے کہا اس بچہ نے اپنی ماں کی نصیحت پر عمل کیا اور اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کی، میں تو صبح وشام اپنے رب کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہوں۔ میرا انجام کیا ہوگا اور پھر اس نے ان قافلے والوں کا سارا لوٹا ہوا مال بھی انہیں واپس کر دیا اور ڈاکہ زنی کا پیشہ ترک کر کے ایک نیک اور شریفانہ زندگی بسر کرنا شروع کر دی۔

اقوال زریں

☆ مجرموں کو معاف کر دینا انہیں جرم پر دلیر بنانا ہے۔

☆ اگر دنیا تمہیں گنہگار سمجھتی ہے تو سمجھا کرے، لیکن تم خدا کے نزدیک ریاکار نہ بنو۔

☆ اگر تو گناہ کا ارادہ کرتا ہے تو ایسی جگہ تلاش کر جہاں خدا نہ ہو۔

☆ اپنے گناہوں کے علاوہ کسی سے نہ ڈرو۔

☆ حاسد کو تمہاری خوشی سے افسوس ہوتا ہے اس کے لئے یہ سزا کافی ہے، تمہیں بدلہ لینے کی ضرورت نہیں وہ خود اپنی آگ میں جلے گا۔

کوئز اطفال الاحمدیہ

سوال: اذان میں اللہ اکبر کتنی بار کہا جاتا ہے؟

سوال: کیا تمام نبیوں کے نام قرآن مجید میں موجود ہیں؟

سوال: ارکان نماز بتائیں؟

سوال: مسلمان حج میں جو مخصوص لباس پہنتے ہیں اسے کیا کہتے ہیں؟

سوال: حضرت اسماعیل کی قربانی کی یاد میں جو عید مناتے ہیں اس کا کیا نام ہے؟

☆☆☆☆☆

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچار شید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر چوہدری ریاض احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح، دارالسلام۔ ۵۔ عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

محمد علی کون ہیں؟

جہاں میں اہلِ خبر کے سوا کچھ اور نہیں
چمن میں بادِ سحر کے سوا کچھ اور نہیں

برہنہ پا بھی چلے آؤ اس کے گلشن میں
زمیں پہ سبزہ تر کے سوا کچھ اور نہیں

زباں پہ جب بھی محمد علی کا نام آیا
کھلا کہ دیں کی سپر کے سوا کچھ اور نہیں

دیارِ غیر میں اس کے قلم کی جولانی
جہاں پہ خوف و خطر کے سوا کچھ اور نہیں

فقیہہ شہر کہ ہے اس کا خوشہ چیں لیکن
سراپا فتنہ و شر کے سوا کچھ اور نہیں

وہ جس کی آہِ سحر گاہ کے سبب علوی
کھلا تھا باب اثر کے سوا کچھ اور نہیں

سمجھ سکے نہ جسے مفتیان دیں اب تک
نشانِ راہگیزر کے سوا کچھ اور نہیں

نظر نواز وہ صورت، یہ دلنواز چلن
قسم ہے نورِ سحر کے سوا کچھ اور نہیں

بھٹک رہے ہو کہاں منزلوں کے متوالو
یہ رہنمائے سفر کے سوا کچھ اور نہیں

وہ جس کی آہِ سحر گاہ کے سبب علوی
کھلا تھا باب اثر کے سوا کچھ اور نہیں

کلام علوی

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام
(جماعت احمدیہ لاہور) کے عقائد

۱۔ ہم اسلام کے پانچوں ارکان توحید، نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور تمام ان عقائد واحکام پر ایمان رکھتے ہیں، جو قرآن مجید اور احادیث نبویہؐ میں درج ہیں، اور جن پر سلفِ صالحین اور اہل سنّت والجماعت کا اجماع ہے۔

۲۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیّن ہیں، اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔

۳۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جبرائیل کسی شخص پر بھی وحی نبوّت لے کر نازل نہیں ہوسکتا کیونکہ اس سے ختم نبوّت کی مُہر ٹوٹ جاتی ہے۔

۴۔ وحی نبوّت کے منقطع اور مسدود ہونے کے بعد صرف ولایت کا سلسلہ جاری ہے، تا کہ اُمّتِ محمدیہؐ کے ایمان واخلاق کی آبیاری ہوتی رہے۔

۵۔ اس اُمّت میں حضور نبی کریم صلعم کے ارشاد کے مطابق صرف اولیاء کرام، مجدّ دین اور محدّ ثین آسکتے ہیں، نبی نہیں آسکتے۔

۶۔ اس اُمّت کے مجدّ دین میں سے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی چودھویں صدی کے مجدّد ہیں۔ جیسا کہ گذشتہ تیرہ صدیوں میں مجدّ دین آتے رہے ہیں، لیکن حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہوسکتا۔

۷۔ ہمارے نزدیک ہر کلمہ گو مُسلمان ہے اور ہم مسلمانوں کے کسی فرقہ کو بھی دائرہ اسلام سے خارج نہیں سمجھتے، ہم آئمہ اربعہ کے علاوہ اہل سنّت والجماعت اور اہل تشیع کے آئمہ اور بزرگوں کا دل سے احترام کرتے ہیں، اور اُن کی خدماتِ اسلامی کے معترف ہیں۔

۸۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور، ایک تبلیغی ادارہ ہے، جو یورپ وامریکہ، افریقہ اور کئی دیگر ممالک میں اشاعت اسلام کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔ اور اعلای کلمتہ اللہ، قرآن مجید کے دنیا کی مختلف زبانوں میں تراجم اور ان کی اشاعت کے سوا ہمارا اور کوئی مقصد نہیں، اور اسی کام پر ہمیں مجدّد زمان نے لگایا تھا اور یہی آپ کی بعثت کی غرض تھی۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا: ''یادرکھنا چاہیے کہ ہمیں بجز خادمِ اسلام ہونے کے اور کوئی دعویٰ نہیں۔''

(امیر جماعت احمدیہ لاہور)